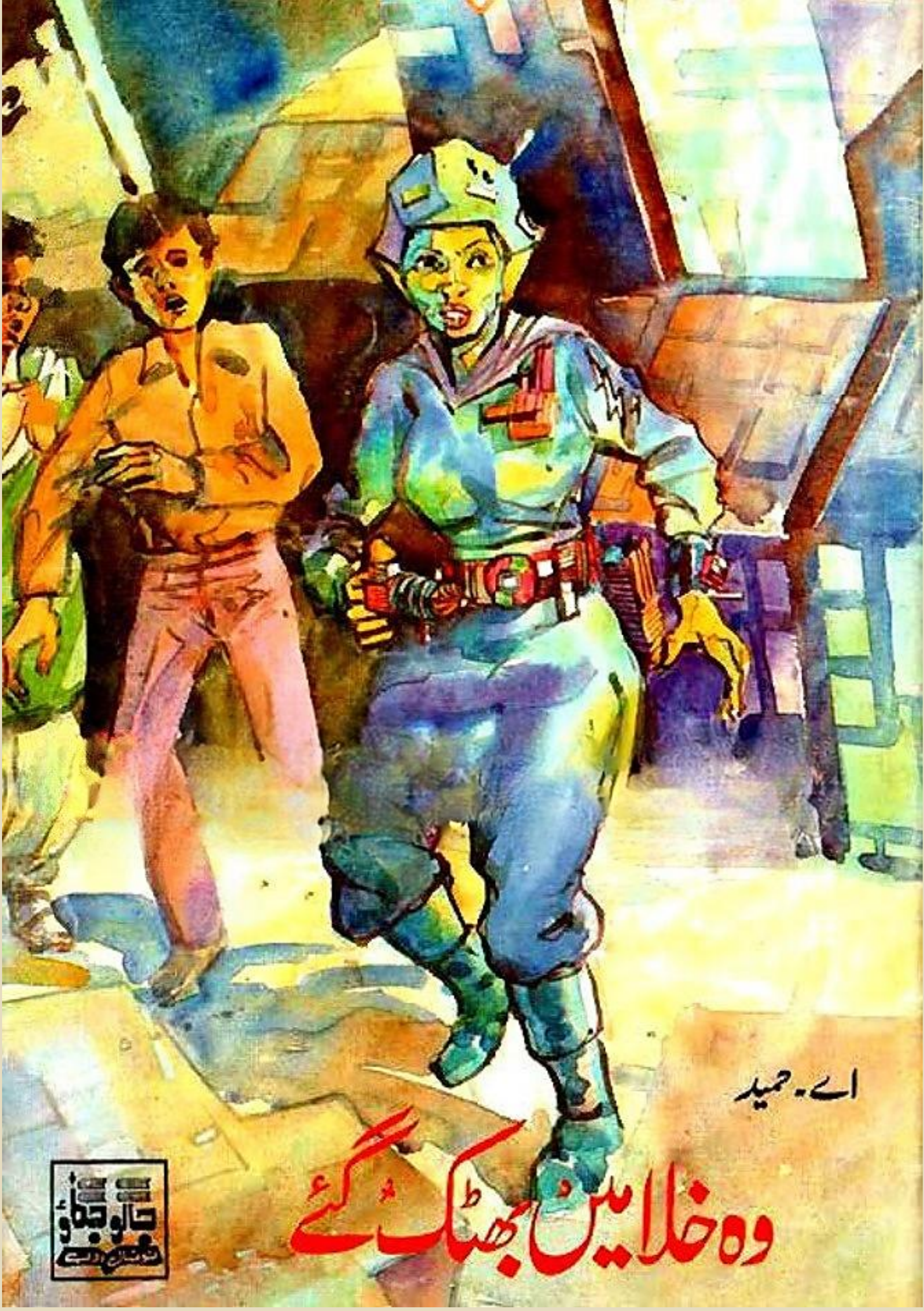

اے۔ حمید
وہ خلا میں بھٹک گئے

خلائی ایڈونچر سیریز　　　　پانچواں حصّہ

وہ خلا میں بھٹک گئے

اے حمید

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

ناشر : ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ہمدرد سنٹر ناظم آباد، کراچی

اشاعت : ۱۹۹۱

تعداد اشاعت : ۲۰۰۰

قیمت : ۱۰ روپے

نونہال ادب کی کتابیں "نہ نفع نہ نقصان" کی بنیاد پر شائع کی جاتی ہیں۔

پیش لفظ

تلاش اور جستجو انسان کی فطرت ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور سیّارے، پہاڑ اور دریا، چرند اور پرند، پھول اور پھل۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے عقل اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اُسے چیزوں کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی قوّت اور صلاحیت دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی بے شمار چیزوں سے، جو اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، فائدہ اُٹھائے اور وہ بُلند مقام حاصل کرے جو اس کا مقدّر ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

علم سائنس ہے۔ بٹن دبا کر گھروں اور شہروں کو روشن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گُر ہمیں سائنس ہی نے سکھایا ہے۔ ایک چھوٹا سا حقیر بیج کیسا زبردست، تناور درخت بن جاتا ہے، پھولوں میں رنگ کہاں سے آتے ہیں، انسان غذا کیسے ہضم کرتا ہے، اُس کے بدن میں خُون کیسے دوڑتا ہے، بھاری بھرکم جہاز ٹنوں وزن لے کر سمندر میں ڈوبتے کیوں نہیں، دیو پیکر طیّارے ہوا میں کیسے اُڑتے چلے جاتے ہیں۔ چاند، سورج

اور سیّارے خلا میں کیسے گردش کر رہے ہیں۔ یہ سب ہم نے سائنس ہی کے ذریعہ سے جانا ہے۔ انسان سائنس ہی کے ذریعہ سے چاند پر پہنچا ہے، اُس کے بنائے ہوئے راکٹ ہمارے نظامِ شمسی کے آخری کناروں کو چھونے والے ہیں۔

اپنی دُنیا اور اپنی دُنیا سے باہر انسان کی یہ تلاش و جستجو مسلسل جاری ہے۔ سائنس کی ترقّی اُسے دم بہ دم آگے بڑھائے چلی جا رہی ہے۔ کل کی کہانیاں آج کی حقیقتیں بن چکی ہیں۔ سائنس فکشن انسان کی قدرت کے چھُپے ہوئے راز جاننے کی خواہش کا اظہار ہے۔ اُڑن کھٹولا ماضی کی سائنس فکشن تھا۔ آج یہ ہوائی جہاز کی شکل میں حقیقت ہے۔ جولیس ورن کی سمندر کی تہہ میں مسلسل تیرنے والی "ناٹیلس" اب ایک افسانہ نہیں ایٹمی آب دوز کی شکل میں ایک زندہ حقیقت ہے۔ کون کہہ سکتا ہے آج کی سائنس فکشن کل کی حقیقت نہ بن جائے۔

جب تک انسان تلاش و جستجو کے عمل میں رہے اور علم حاصل کرتا رہے گا کہانیاں حقیقتیں بنتی رہیں گی۔

حکیم محمد سعید



پُراسرار لڑکی

خوف سے ڈاکٹر سُلطانہ کا حلق خُشک ہو گیا۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے بہرام قاتل کی روح کو تک رہی تھی جس کا سر غائب تھا۔ یہ بد روح ہی ہو سکتی تھی۔ کیونکہ کوئی نیک روح اس حالت میں زمین پر نہیں آتی۔ بہرام قاتل نے ایک بار پھر اپنی بات دہرائی۔

"سلطانہ! میں اپنا سر واپس لینے آیا ہوں۔ یہ خلائی مخلوق میرا سر کاٹ کر

اپنے منحوس سیّارے میں لے آئی ہے۔ میری مدد کرو۔"

ڈاکٹر سُلطانہ ایک سائنس داں خاتون تھی۔ انسان ہونے کے ناطے وہ ایک بار خوف زدہ ضرور ہو گئی تھی لیکن پھر جلدی ہی سنبھل گئی۔ بہرام قاتل کی بد روح کے بارے میں اس نے یہی نتیجہ نکالا کہ سر الگ کر دیے جانے کے شدید صدمے کی وجہ سے بہرام کے ذہن کے مادّی اجزاء توانائی میں تبدیل ہو گئے ہیں اور یہ ایٹمی توانائی روشنی کی رفتار سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ اس سیّارے میں پہنچ گئی ہے۔ سُلطانہ نے اب اپنے ہوش و حواس کو مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں کر لیا تھا۔ اس نے کمپیوٹر پر سے ہاتھ ہٹا لیے اور بہرام کی روح بلکہ سُلطانہ کے خیال کے مطابق بہرام کے مادّی جسم کی ایٹمی توانائی کے ہیولے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مگر میں تو خود خلائی مخلوق کی قید میں ہوں۔ مُجھے کیا معلوم کہ ان لوگوں نے

تمہارا کٹا ہوا سر کہاں رکھا ہے۔"

بہرام کا ہیولا بولا۔

"وہ میں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔ مُجھے معلوم ہے کہ سیّارے کے حاکم گریٹ کنگ کے وزیرِ اعظم طرطوش نے میرا سر کہاں پر رکھا ہے۔"

ڈاکٹر سُلطانہ نے کہا۔ "اگر تمہیں معلوم ہے تو تُم خود جا کر اپنا سر وہاں سے کیوں نہیں اٹھا لاتے؟"

اس پر بہرام کے ہیولے نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر! میں جسم نہیں ہوں، روح ہوں۔ روح کی اپنی اگر کُچھ طاقت ہوتی ہے تو کُچھ مجبوریاں بھی ہوتی ہیں۔ میں خود اپنا سر اٹھا کر اپنے جسم پر نہیں لگا سکتا۔ اس کے لیے تمہیں میری مدد کرنی ہوگی۔"

ڈاکٹر سُلطانہ نے پوچھا کہ اس کا سر کس جگہ پر ہے۔ بہرام قاتل کی روح نے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔ میں تمھیں اپنے سر تک لیے چلتا ہوں۔ میرا سر بلیو لیبارٹری میں ہے۔"

سُلطانہ بولی۔ "مگر وہ خلائی مخلوق مُجھے پکڑ لے گی۔ مُجھے بلیو لیبارٹری میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔"

بہرام کی روح نے کہا۔

"تُم میرے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلو گی اور تمھیں کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ آؤ دیر نہ کرو۔ مُجھے ڈر ہے کہ طرطوش اور اس کے ساتھی خلائی سائنس دان میرے کٹے ہوئے سر کو ایٹمی بھٹّی میں نہ ڈال دیں۔ وہ میرے دماغ کی

تخریب پسند توانائی کے ایٹموں کو ایک ٹیوب میں بند کر کے محفوظ کر لینا چاہتے ہیں۔"

ڈاکٹر سُلطانہ خاموشی سے اُٹھی اور بہرام کی روح یا توانائی کے ہیولے سے قدم ملا کر کمرے سے باہر نکل آئی۔ جوں ہی اس نے بہرام کی روح سے قدم ملائے وہ غائب ہو گئی۔ اب وہ سب کو دیکھ سکتی تھی مگر اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ہم پہلے آپ کو بتا چکے ہیں کہ ڈاکٹر سُلطانہ کو خلائی مخلوق کے ڈکٹیٹر گریٹ کنگ کے حُکم سے نیلے شیشوں والے خلائی کمپلیکس سے کُچھ دور ایک پہاڑی پر واقع نیلے پتھرّوں کے مکان میں رکھا گیا تھا۔ ڈاکٹر سُلطانہ نے اس سیّارے اوٹان پر پھیلی ہوئی ایک بیماری کے وائرس کو اپنی خُدا داد صلاحیتوں سے ختم کر دیا تھا۔ گریٹ کنگ اور طرطوش اسے اب زمین پر واپس نہیں بھیجنا چاہتے تھے تاکہ اگر پھر کبھی سیّارہ اوٹان پر کوئی

وبا پھیلے تو ڈاکٹر سُلطانہ اِس وبا سے خلائی مخلوق کو بچانے میں مدد دے
سکے۔ مگر ڈاکٹر سُلطانہ کو اپنے نیلے پتھرّوں والے مکان سے باہر نکلنے کی
اجازت نہیں تھی۔ لیکن اس وقت ڈاکٹر سُلطانہ بہرام کے ہیولے کے
ساتھ چل رہی تھی اور اس ہیولے کے ایٹموں سے نکلنے والی تابکاری کی
وجہ سے کسی کو دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ بہرام قاتل کا ہیولا اسے لے کر
نیلی پہاڑی سے اُترا اور سیدھا بلیو لیبارٹری کمپلیکس کی طرف لے گیا۔ بہرام
کے ہیولے کو اس جگہ کا علم تھا جہاں اس کا کٹا ہوا سر رکھا تھا۔ کمپلیکس کے
باہر خلائی گارڈ لیزر گن لیے پہرہ دے رہا تھے۔ مگر ان میں سے کسی کو بھی
ڈاکٹر سُلطانہ اور بہرام قاتل کا ہیولا دکھائی نہ دیا اور وہ دونوں کمپلیکس میں
داخل ہو گئے۔ ایک روشن زینہ اُتر کر وہ راہ داری میں آ گئے جس کا نیلا
فرش روشنی میں چمک رہا تھا۔ خلائی لیبارٹری کے کُچھ لوگ ان کے قریب

سے گزر گئے۔ وہ کسی کو نظر نہ آئے۔

بہرام کا ہیولا ڈاکٹر سُلطانہ کو لے کر اس لیبارٹری میں آ گیا جہاں اس کا سر شیشے کی ایک الماری میں پڑا تھا۔ بہرام کے ہیولے نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر سلطانہ! تُم صرف اتنا کرو کہ الماری کو کھولو۔ میرا سر باہر نکال کر میرے ہیولے کے کاندھوں پر رکھ دو۔ اس کے بعد تمہارا کام ختم ہو جائے گا۔"

لیبارٹری میں اس وقت کوئی نہیں تھا۔ سُلطانہ نے الماری کھول دی اور نیلے شیشے کی پلیٹ پر رکھا ہوا بہرام قاتل کا سر اُٹھا لیا۔ بہرام قاتل کا ہیولا ایک قدم آگے آ گیا۔ ڈاکٹر سُلطانہ نے کٹے ہوئے سر کو بہرام کے ہیولے کے کندھوں کے درمیان کٹی ہوئی گردن پر رکھ دیا۔ اس کے ساتھ

ہی ایک عجیب سی سرگوشی کی آواز بُلند ہوئی۔ جیسے بہرام قاتل کے ہیولے نے اطمینان کا گہرا سانس لیا ہو۔

بہرام نے کہا۔

"تمہارا بہت بہت شکریہ ڈاکٹر سلطانہ! تُم نے میرے لیے وہ کام کیا جو یہاں کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ اب میں تمہیں ایک راز کی بات بتاتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ عمران اور شیبا اس منحوس سیّارے اوٹان پر اغوا کر کے لائے جا چُکے ہیں اور کالی جھیل والے موت کے مینار میں قید ہیں۔"

ڈاکٹر سُلطانہ نے چونک کر بہرام کے ہیولے کی طرف دیکھا۔

"کیا تُم سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں۔" بہرام کے ہیولے نے کہا۔ "میں نے خود اُنہیں وہاں دیکھا ہے۔

اُنہیں خلائی مخلوق نے عمر بھر کے لیے وہاں قید میں ڈال دیا ہے۔ کوئی پتا نہیں اُنہیں گریٹ کنگ کے حُکم سے کب ہلاک کر دیا جائے۔"

"کیا تُم اُنہیں واپس اپنی زمین پر نہیں پہنچا سکتے؟"

ڈاکٹر سُلطانہ نے بے تابی سے سوال کیا۔ بہرام کا ہیولا بولا۔

"کاش میں ایسا کر سکتا۔ میں مجبور ہوں۔ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ آؤ تمہیں واپس تمہارے مکان پر پہنچا دوں۔"

بہرام قاتل کا ہیولا جس کی گردن پر اب اس کا سر موجود تھا ڈاکٹر سُلطانہ کو ساتھ لے کر اس کے مکان کی طرف چل دیا۔ جب ڈاکٹر سُلطانہ اپنے کمرے میں پہنچی تو اس نے بہرام قاتل کے ہیولے سے کہا۔

"میں نے تمہارے لیے اتنا بڑا کام کیا ہے کیا تُم میرے لیے اتنا کام بھی

نہیں کرسکتے کہ عمران اور شیبا کو یہاں سے واپس اپنی زمین کے سیّارے پر لے جاؤ۔"

بہرام قاتل کے ہیولے کی آواز آئی۔ "میں تمہارے لیے صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ تمھیں ایک لڑکی گارشا کے بارے میں بتا دوں جو چیف سائنس دان اور اسی سیّارے کے وزیرِ اعلیٰ طرطوش کے ساتھ لیبارٹری کام کرتی ہے اور یہاں سے نیچے دوسری پہاڑی کے دامن والے نیلے مکان میں ایک نوکرانی کے ساتھ اکیلی رہتی ہے۔"

"وہ کیا کرے گی؟" ڈاکٹر سُلطانہ نے پوچھا۔

بہرام قاتل کے ہیولے نے کہا۔

"وہ تمہارے لیے وہ کُچھ کرسکے گی جو اس منحوس سیّارے پر تمہارے لیے

کوئی نہیں کر سکتا۔ گارشا کے دِل میں زمینی سیّارے کی مخلوق کے لیے ہمدردی کے جذبات ہیں۔ گریٹ کنگ اور طرطوش نے اپنے سیّارے کی فضا کو بچانے کے لیے ہماری زمین کو تباہ کرنے کا جو منصوبہ بنایا ہے وہ گارشا کو سخت ناپسند ہے، مگر وہ اکیلی اس منصوبے کے خلاف کُچھ نہیں کر سکتی۔ اگر وہ کسی سے بات کرتی ہے تو اسے اسی وقت لیزر گن کے فائر سے جلا کر جسم کر دیا جائے گا۔"

ڈاکٹر سُلطانہ کے سامنے یہی ایک اُمّید کی کرن تھی۔ اس نے پوچھا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ گارشا کے دِل میں ہمارے زمینی سیّارے کے لوگوں کے لیے ہمدردی کے جذبات ہیں۔"

بہرام قابل کے ہیولے نے جواب دیا۔

"میں جسم نہیں ہوں۔ توانائی ہوں اور توانائی کا دائرہ ساری کائنات میں پھیلا ہوا ہے۔ اسی توانائی کی مدد سے میں نے گارشا کا ذہن پڑھا ہے۔ تُم بے فکر ہو کر اس سے بات کرو، وہ تمہاری بہت مدد کرے گی۔ اسے بہت کُچھ معلوم ہے۔ وہ خود سائنس دان بھی ہے اور خلائی سائنس میں اس کا جواب نہیں ہے۔"

ڈاکٹر سُلطانہ کُچھ پوچھنے لگی تھی کہ بہرام قاتل کا ہیولا بولا۔

"اب میں جاتا ہوں۔ اللہ حافظ۔ شاید اب پھر بھی ملاقات نہ ہو۔ تمہارا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر بہرام قاتل کا ہیولا غائب ہوگیا۔

ڈاکٹر سُلطانہ کمرے میں اکیلی رہ گئی۔ کھڑکی کے نیلے شیشوں میں سے باہر

وہ دوسری پہاڑی نظر آ رہی تھی جس کے بارے میں بہرام کے ہیولے نے بتایا تھا کہ وہاں گارشا نام کی لڑکی کا مکان ہے اور وہ وہاں اکیلی رہتی ہے۔

سُلطانہ اب رات ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ کیونکہ رات کے اندھیرے میں ہی وہ اپنے مکان سے نکل کر گارشا سے ملنے جا سکتی تھی۔ اسی دوران ڈاکٹر سُلطانہ نے کمپیوٹر کے سگنل کے ذریعہ سے اپنی زمین سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش چھوڑ دی۔ کیونکہ اب اُسے خلائی سیّارے میں ہی ایک ایسا رابطہ مل گیا تھا جو اس کی مدد کر سکتا تھا۔ اور یہ رابطہ گارشا خلائی لڑکی تھی۔ وہ اچھّی طرح سمجھتی تھی کہ بہرام قاتل کا توانائی ہیولا درست کہہ رہا تھا۔ کیونکہ توانائی کا رابطہ کائنات میں پھیلی ہوئی توانائی سے ہوتا ہے اور وہ دِلوں کے حال پڑھ سکتی ہے۔

جب رات ہو گئی اور اوٹان سیّارے پر اندھیرا چھا گیا اور تاریک آسمان پر ستارے انگاروں کی طرح دمکنے لگے تو ڈاکٹر سُلطانہ چُپکے سے مکان کے پچھلے دروازے سے نکلی اور پہاڑی کی ڈھلان پر اُترنے لگی۔ وہاں اُسے دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ نیچے میدان میں آ گئی۔ یہاں نیلے اور سیاہ رنگ کے پتھرّ بِکھرے ہوئے تھے۔ تھوڑی دور اُسے وہ چھوٹا سا ٹیلا نظر آ رہا تھا جس کے دامن میں ایک مکان کے روشن دان میں روشنی ہو رہی تھی۔ یہی گارشا کا مکان ہو سکتا تھا۔

سُلطانہ بڑی احتیاط سے چلتی گارشا کے چھوٹے سے مکان کی عقبی کھڑکی کے پاس آ کر رُک گئی۔ کھڑکی پر نیلا شیشہ لگا تھا۔ کمرے میں روشنی ہو رہی تھی مگر اس شیشے میں سے اندر کی کوئی شے نظر نہ آئی تھی۔ سُلطانہ وہاں سے گزر کر مکان کے دروازے پر آ گئی۔ دروازہ بھی نیلے شیشے کا تھا اور

دوسری طرف کُچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ سُلطانہ کو معلوم تھا کہ وہاں اندر سے کسی کو کیسے بُلایا جا سکتا ہے۔ اس نے دروازے کے درمیان میں اپنا پنجہ لگا دیا۔ اس کے ساتھ ہی مکان کے ڈرائنگ روم میں گھنگھرو سا بجا۔ دوسرے لمحے گارشا کی آواز آئی۔ اس نے اپنی خلائی زبان میں پوچھا تھا کہ باہر کون ہے۔ اس پر سُلطانہ نے خلائی زبان میں جواب دیا۔ "ایک ضروری اِطّلاع دینی ہے۔ کیا تُم گارشا ہو؟" گارشا نے جواب دیا۔

"ہاں میں گارشا ہوں۔ مگر تُم کون ہو؟"

سُلطانہ نے خلائی زبان میں کہا۔ "طرطوش نے بھیجا ہے۔ میں لیبارٹری اسٹنٹ ہوں۔"

پھر دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ "اندر آجاؤ۔" گارشا کی آواز آئی۔ سُلطانہ اندر داخل ہوئی۔ ایک چھوٹا سا راستہ سامنے ڈرائنگ روم میں جاتا تھا جہاں

روشنی تھی۔ سُلطانہ ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ اُس نے دیکھا کہ ایک نیلے رنگ کی دُبلی مگر بڑی خوبصورت لڑکی میز کے پاس بیٹھی کُچھ لکھ رہی ہے۔ گارشا نے سُلطانہ کو دیکھا تو چونک کر کہا۔

"تُم تو ڈاکٹر سُلطانہ ہو۔ تُم زمینی سیّارے کی مخلوق ہو۔ تمہیں طرطوش چیف نے میرے پاس کس لیے بھیجا ہے؟"

ڈاکٹر سُلطانہ سب کُچھ سوچ کر آئی تھی۔ وہ کُرسی کھینچ کر گارشا کے قریب بیٹھ گئی اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولی۔

"گارشا! تُم بھی ایک عورت ہو۔ میں بھی ایک عورت ہوں۔ ایک عورت ہی دوسری عورت کے دِل کا درد جان سکتی ہے۔ مُجھے میرے بہن بھائیوں سے جُدا کر کے یہاں لایا گیا ہے۔ میں جانتی ہوں اب میں اپنے ماں باپ بہن بھائیوں سے کبھی نہیں مل سکوں گی۔ میں ساری عمر کے

لیے یہاں قید میں ڈال دی گئی ہوں۔ لیکن میں سِسک سِسک کر نہیں مرنا چاہتی۔ مُجھے یہ بھی اچھّی طرح علم ہے کہ میں یہاں سے فرار بھی نہیں ہو سکتی۔ اِس لیے میں نے مرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس زندگی سے موت ہزار درجے بہتر ہے۔ میری زمین پر میرے ماں باپ بہن بھائی بھی رو رو کر مر جائیں گے۔ میں خود کشی کرنا چاہتی ہوں، مگر کسی ایسی شے سے مرنا چاہتی ہوں جس سے مُجھے تکلیف نہ ہو۔ تُم ایک سائنس دان لڑکی ہو۔ تمہارے پاس لیبارٹری میں ایسا زہر ضرور ہو گا جس کا انجکشن لگتے ہی میں اس دُکھ بھری زندگی سے نجات حاصل کر لوں۔ میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں مُجھے کسی ایسے زہر کا انجکشن لگا دو جس سے میں بغیر تکلیف کے ایک پل میں مر جاؤں۔

ڈاکٹر سُلطانہ کی تقریر کا گارشا پر گہرا اثر ہوا۔ وہ تو پہلے ہی زمین پر رہنے والوں

سے محبّت کرتی تھی اور زمین کی انسانی مخلوق کو تباہ کرنے والے گریٹ کنگ کے منصوبے سے اسے سخت نفرت تھی۔ سُلطانہ نے گارشا کے چہرے سے پڑھ لیا تھا کہ اس کے دِل میں ہمدردی کی لہر پیدا ہو چکی ہے۔ بہرام کے ہیولے نے بالکل ٹھیک اِطّلاع دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی سُلطانہ نے آگے بڑھ کر گارشا کے گھُٹنے چھُو لیے اور آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔

"پیاری بہن گارشا! مجُھ پر رحم کھاؤ اور انجیکشن لگا کر مجُھے ہمیشہ کے لیے اِس اذیت سے نجات دلا دو۔ میں اپنے ماں باپ بہن بھائیوں کے بغیر ایک پل بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ میں نے یہاں اتنا عرصہ اندر ہی اندر غم کھا کر گزارا ہے۔ اب مجُھ میں مزید غم اٹھانے کی طاقت نہیں ہے۔"

اس پر گارشا نے ڈاکٹر سُلطانہ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیے

اور ہمدردی سے کہا۔

"سُلطانہ بہن! میں تمہارے دکھ کو بھتی ہوں۔ میں تمہارے غم کو محسوس کر سکتی ہوں۔ مگر میں تمہیں مرنے نہیں دوں گی۔"

ڈاکٹر سُلطانہ نے جب دیکھا کہ گارشا کا دِل اُس کی ہمدردی سے بھر گیا ہے تو فوراً کہا۔ تو کیا تُم یہ چاہتی ہو کہ میں ساری زندگی یہاں اپنے بہن بھائیوں ماں باپ کے غم۔ میں گھلتی رہوں؟ ساری زندگی اذیّت اُٹھاتی رہوں؟"

گارشا نے گہرا سانس بھرا۔ ڈاکٹر سُلطانہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور فیصلہ کُن لہجے میں کہا۔

"نہیں سُلطانہ بہن! میں تمہیں مرنے نہیں دوں گی۔ میں تمہیں تمہاری زمین پر تمہارے ماں باپ بہن بھائیوں کے پاس واپس پہنچا دوں گی۔ اور

تمہاری خوبصورت زمین کو بھی تباہی سے بچانے کی کوشش کروں گی۔"

ڈاکٹر سُلطانہ نے گارشا کا ہاتھ چوم لیا۔

"کیا تُم سچ کہہ رہی ہو گارشا؟"

"ہاں" گارشا نے کہا۔ "میں نے تمہاری مدد کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مگر تمہیں میری ایک شرط ماننی ہوگی۔"

"میں تمہاری ہزار شرطیں تسلیم کرتی ہوں۔"

ڈاکٹر سُلطانہ نے جلدی سے کہا۔ گارشا کہنے لگی۔

"میری شرط صرف اتنی ہے کہ تمہیں مُجھے اپنے ساتھ اپنی خوبصورت زمین پر لے جانا ہوگا۔"

ڈاکٹر سُلطانہ سوچ رہی تھی کہ معلوم نہیں وہ کون سی شرط لگائے گی۔ جب گارشا نے زمین پر ساتھ چلنے کی خواہش کا اظہار کیا تو وہ خوش ہو کر بولی۔

"پیاری بہن میرے لیے اس سے زیادہ خُوشی کی اور کیا بات ہوگی کہ تُم میرے ساتھ ہماری زمین پر چلوگی۔ تُم ایک تجربہ کار اور لائق خلائی سائنس دان ہو۔ ہمیں تُم سے بڑی مدد ملے گی۔ گارشا اُٹھ کر ملنے لگی۔ پھر سُلطانہ کی طرف دیکھا اور کہا۔

"تمھیں شاید معلوم نہیں سلطانہ! تمھاری زمین سے ایک لڑکا اور لڑکی اغوا کر کے یہاں لائی گئی ہے۔ اور انھیں اب اپنی موت تک اسی سیّارے پر قید میں زندگی بسر کرنی ہوگی۔"

سُلطانہ جانتی تھی کہ عمران اور شیبا بھی وہاں لائے گئے ہیں اور موت کے مینار میں بند ہیں مگر اس نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تُم سچ کہہ رہی ہو گارشا؟"

"ہاں۔" گارشا ٹہلتے ہوئے بولی۔ "لڑکے کا نام عمران ہے۔ لڑکی کا نام شیبا ہے۔ دونوں کمپیوٹر سائنس میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ مگر چونکہ وہ اِس راز سے واقف ہو چُکے ہیں کہ گریٹ کنگ نے زمین کو تباہ کرنے کے لیے ایک خُفیہ خلائی اسٹیشن قائم کر رکھا ہے اِس لیے اِن دونوں کو اغوا کر لیا گیا۔"

سُلطانہ نے دبی زبان میں کہا۔

"تو کیا ہم عمران اور شیبا کو یہاں چھوڑ جائیں گے؟"

گارشا کُرسی پر بیٹھ گئی اور فیصلہ کُن انداز میں بولی۔

"نہیں سلطانہ! ہم اُنہیں بھی واپس اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔"

سُلطانہ بڑی خوش ہوئی۔ اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ اللہ نے نجات کی راہ پیدا کر دی ہے۔ گارشا نے اُٹھ کر کھڑکی کے نیلے شیشے میں سے باہر دیکھا اور پلٹ کر کہا۔

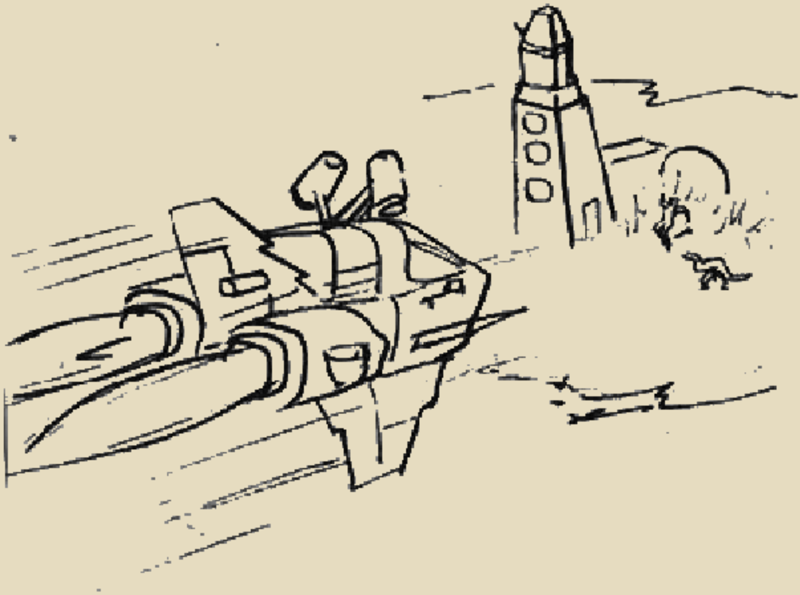
"اب تم جاؤ سلطانہ! جب تک میں نہ اشارہ کروں تُم ہرگز یہاں مت آنا۔ اب سارا کام میں کروں گی۔"

سُلطانہ نے گارشا کا ہاتھ چوما اور خاموشی سے کمرے سے نکل کر مکان سے باہر آ گئی۔ باہر سیّارہ اوٹان کی رات اُسی طرح تاریک اور بھیانک تھی۔ وہ جس راستے سے آئی تھی اُسی راستے سے گُزرتی اپنے مکان میں آ کر پلنگ پر بیٹھ گئی۔ پھر اُس نے اللہ کے حضور سر سجدے میں گِرا دیا اور کپکپاتے ہوئے ہونٹوں سے کہا۔ "یا اللہ! میں کس زبان سے تیری اِس رحمت کا شُکر ادا کروں؟ تُو نے میرے یہاں سے واپس جانے کی سبیل پیدا کر کے

میرے مُردہ جسم میں پھر سے زندگی کی حرارت پیدا کر دی ہے۔ یا اللہ! تو ہی ساری کائنات کا مالک ہے۔ سب کُچھ تیرے ہی اختیار میں ہے۔ اب میری مدد کرنا اور مجُھے عمران، شیبا اور گارشا کو اپنی حفاظت میں اِس جہنّم سے نکال دینا۔"

دُعا مانگ کر سُلطانہ نے اپنے آنسو پونچھے۔ اُس نے محسوس کیا کہ اُس میں ایک نئی طاقت آ گئی ہے۔ پھر وہ اپنے پلنگ پر جا کر گہری نیند سو گئی۔ دوسرے دِن وہ صُبح صُبح اُٹھی۔ وضو کر کے نماز پڑھی اور اپنے مشن کی کامیابی کے لیے اللہ میاں سے دُعا مانگی اور کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ کر روز کے مطابق کام کرنے لگی۔ وہ اس سیّارے کی فضا میں پھیلے کسی وائرس پر کام کر رہی تھی۔ گریٹ کنگ کے بلائے بغیر وہ خلائی کمپلیکس میں نہیں جا سکتی تھی بلکہ اپنے مکان سے بھی باہر نہیں نکلتی تھی۔ اگرچہ اُسے اجازت

تھی کہ وہ آس پاس کے علاقے میں سیر وغیرہ کر سکتی ہے۔ اُس روز وہ اِس وجہ سے بھی گھر سے باہر نہ گئی کہ گارشا کا کوئی پیغام کسی بھی وقت آ سکتا تھا۔ دوپہر تک وہ کمپیوٹر کے آگے بیٹھی کام کرتی رہی۔ شام کے وقت گارشا نے سُلطانہ کو کمپیوٹر سگنل دیا کہ ابھی حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ میں فرار کے منصوبے پر کام کر رہی ہوں۔ تُم تیّار رہنا۔ کسی بھی وقت ہمیں یہاں سے فرار ہونا ہو گا۔ سُلطانہ نے سگنل آنے کے بعد کمپیوٹر بند کر دیا اور کھڑکی کے شیشے میں سے باہر دیکھنے لگی۔ اُس کے دِل میں بار بار خیال آ رہا تھا کہ کیا وہ کبھی اس جہنّمی سیّارہ سے فرار ہو سکے گی۔



خلائی اسٹیشن پر حملہ

اب ہم اپنے ہیرو عمران کی طرف چلتے ہیں۔

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ وہ موت کے مینار کی اُوپر منزل کی ایک تنگ کوٹھڑی میں قید تھا اور شیبا اُس سے نیچے کی منزل والی کوٹھڑی میں قید تھی۔ دونوں کو ایک دوسرے کا پتا تھا مگر دونوں میں سے کوئی بھی وہاں سے فرار نہیں ہو سکتا تھا۔ کیوں کہ موت کا یہ مینار ایک سیاہ جھیل کے درمیان

ایک چٹّان پر بنا ہوا تھا۔ جھیل کا پانی گہرا تھا اور اس میں عجیب و غریب قسم کے خونخوار سیاہ فام مگر مُجھ اُچھلتے اور تیرتے رہتے تھے۔ اس جھیل کے آگے سیاہ اُونچے درختوں کے جھُنڈ تھے۔ جھیل کے کنارے خلائی گارڈز ہر وقت گشت لگاتے رہتے تھے۔ کھانے پینے کے لیے سُلطانہ کی طرح عمران اور شیبا کو بھی نیلی گولیوں کا ایک ایک پیکٹ دے دیا جاتا تھا جو ایک مہینے کے لیے کافی ہوتا۔ دِن میں دو نیلی گولیاں کھانے کے بعد چوبیس گھنٹے تک نہ بھوک لگتی نہ پیاس کا احساس ہوتا تھا۔

عمران اس بات سے بے خبر تھا کہ ڈاکٹر سُلطانہ کا گارشا نام کی ایک خلائی لڑکی سے رابطہ ہو گیا ہے اور گارشا انہیں خلائی سیّارے سے فرار کروانے کے منصوبے پر کام کر رہی ہے۔ عمران اپنے طور پر موت کے مینار سے بھاگ نکلنے پر سوچ بچار کرتا رہتا تھا۔ وہ شیبا کو بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتا

تھا۔ شیبا سے اس کی ابھی کوئی بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ کوٹھڑی کی کھڑکی پر نیلا موٹا شیشہ جڑا ہوا تھا جس میں سے کوئی آواز نہ اندر سے باہر جا سکتی تھی نہ باہر سے اندر آ سکتی تھی۔ عمران بہت غور کرتا، بہت سوچتا کہ یہاں سے کیسے فرار ہوا جائے مگر اس کی سمجھ میں کوئی ترکیب نہ آتی۔ وہ تھک ہار کر چُپکا ہو کر بیٹھ جاتا۔ مگر وہ مایوس نہیں ہوا تھا۔ وہ اللہ کی رحمت سے کبھی بھی نا اُمیّد نہیں ہوا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اللہ میاں اس کی نجات کا کوئی ذریعہ پیدا کر دے گا۔

اور اللہ میاں نے اس کی نجات کا ایک سبب پیدا کر دیا تھا اور یہ گارشا اور سُلطانہ کی ملاقات تھی۔ گارشا اپنے طور پر فرار کے منصوبے پر لگی ہوئی تھی۔ وہ خلائی کمپلیکس کی ایک ایک شے کو جانتی تھی۔ وہ صرف ایک قابل سائنس دان لڑکی ہی نہیں تھی بلکہ خلائی جہاز اور خلائی شٹل بھی چلانا جانتی تھی

اور اسے اِن کی ساری سائنس کا علم تھا۔ گارشا کو معلوم تھا کہ اوٹان سیّارے پر کالے جنگل کے پار چٹّانوں کے اندر ایک خلائی بیس ہے جہاں ہنگامی حالات میں کام آنے والا ایک خلائی راکٹ ہر وقت پرواز کے لیے تیّار رہتا ہے۔ اس راکٹ میں ہر قسم کا ضروری سامان اور راشن موجود تھا اور گارشا کو یہ بھی معلوم تھا کہ چٹّانوں میں صرف دو گارڈ پہرے پر ہوتے ہیں اور پھر گارشا کو وہ دونوں جانتے تھے اور وہ بڑی آسانی کے ساتھ کوئی معقول بہانہ بنا کر خلائی میں میں داخل ہو سکتی تھی۔

گارشا نے کافی سوچ بچار کے بعد یہی فیصلہ کیا کہ اسے اس ہنگامی خلائی راکٹ کے ذریعہ سے سیّارے سے فرار ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ گارشا جب یہ فیصلہ کر چُکی تو اس نے سُلطانہ کو کمپیوٹر سگنل پر کہا۔

"آج رات میرے ہاں آؤ، تُم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

سُلطانہ تواِس سگنل کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ فوراً آدھی رات کو گارشا کے ہاں پہنچ گئی۔ گارشا نے اُسے اپنا منصوبہ بیان کر دیا اور کہا۔

"صرف یہی ایک ہنگامی راکٹ ایسا ہے کہ جس کی مدد سے ہم اس منحوس سیّارے سے فرار ہو سکتے ہیں۔ مگر اس سے پہلے ہمیں عمران اور شیبا کو موت کے مینار سے نکال کر کسی جگہ چھُپا دینا ہو گا تاکہ وقت آنے پر ہم ان دونوں کو بھی ساتھ لے کر یہاں سے بھاگیں۔۔۔"

عمران اور شیبا کو موت کے مینار سے نکالنا بڑا کٹھن کام ہے کیونکہ وہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ ایک تو وہاں سخت پہرہ ہے دوسرے جس جھیل میں یہ مینار بنا ہے اُس میں خونخوار مگرمچھ رہتے ہیں جو پانی کی ذراسی حرکت پر مُنہ پھاڑ کر باہر نکل آتے ہیں۔"

گارشا مُسکرائی اور بولی۔

"اِس کا انتظام میں کرلوں گی۔ اِس معاملے میں ہماری خلائی سائنس تمہاری سائنس سے بہت آگے نکل چکی ہے۔"

پھر اس کا چہرہ سنجیدہ ہوگیا۔ کہنے لگی۔

"سوال یہ ہے کہ عمران اور شیبا کو وہاں سے نکالنے کے بعد کہاں چھپایا جائے۔"

سُلطانہ نے کہا۔

"تُم انہیں میرے مکان میں چھپا سکتی ہو۔ وہاں کسی کو شک نہیں پڑے گا۔ میرے ہاں تو کوئی آتا جاتا نہیں۔"

گارشا سوچ میں پڑ گئی۔ کہنے لگی۔

"نہیں۔ تمہارے ہاں اِن دونوں کا چھپایا جانا خطرناک ہو سکتا ہے۔

میرے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی ہے۔"

پھر گارشا نے سُلطانہ کو بتایا کہ کالے درختوں والے جنگل کے شمال میں نیلی چٹّانوں میں ایک پرانا اسٹور ہاؤس ہے جو ایک عرصے سے خالی پڑا ہے۔ ہم عمران اور شیبا کو موت کے مینار سے نکل کر اسی خالی اسٹور ہاؤس میں چھپا دیں گے اور وقت آنے پر وہاں سے نکال کر اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ سُلطانہ کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اس نے کہا۔

"مگر کیا ہم شیبا اور عمران کو موت کے مینار سے نکال سکیں گے گارشا؟"

گارشا بولی۔ "یہ تُم مُجھے پر چھوڑ دو۔ اب تُم جاؤ اور میرے اگلے سگنل کا انتظار سُلطانہ واپس اپنے مکان میں آ گئی۔

دوسری رات گارشا نے نیلی خلائی یونیفارم پہنی۔ یہ وہ یونیفارم تھی جو

ڈیوٹی کے وقت پہنی جاتی تھی۔ اپنا چھوٹا بُلبُلہ نما خلائی ہیلی کاپٹر باہر نکلا اس میں سوار ہوئی اور سیدھی اس جھیل کی طرف اُڑ گئی جہاں موت کا مینار تھا۔ اُسے وہاں تک پہنچنے میں ایک منٹ کا عرصہ لگا ہوگا۔ رات کے وقت موت کے مینار کے اُوپر روشنی ہو رہی تھی اور کالی جھیل کا پانی شیشے کی طرح چمک رہا تھا۔ جُونہی گارشا کا ہیلی کاپٹر جھیل کے قریب پہنچا نیچے سے گارڈ نے سگنل دیا۔ "کون ہو۔ اِدھر کس لیے آئے ہو؟" گارشا جانتی تھی کہ اسے کیا کہنا ہے۔ اس نے اُوپر ہی سے سگنل دیا۔

"میں طرطوش چیف کی اسسٹنٹ گارشا ہوں۔ ایک ضروری مشن پر زمینی سیّارے کے قیدیوں کے پاس جا رہی ہوں۔ تُم نیچے کتنے گارڈ ہو؟"

نیچے سے سگنل آیا۔

"میڈم ہم اِس وقت صرف دو گارڈز ڈیوٹی پر ہیں۔"

گارشا نے سگنل دیا۔

"باہر نکل کر اپنی شناخت کراؤ۔"

دونوں گارڈ چٹّان کے پیچھے سے نکل کر گارشا کے ہیلی کاپٹر کے نیچے آ گئے۔ گارشا نے دونوں کو اپنی خلائی لیزر گن کے نشانے میں لیا اور فائر کر دیا۔ ایک ہی فائر سے دونوں گارڈز وہیں شعلے میں بھسم ہو گئے۔ گارشا انہیں زندہ نہیں چھوڑ سکتی تھی کیونکہ اُنہیں پتا چل گیا تھا کہ گارشا موت کے مینار کی طرف جا رہی ہے۔

گارشا ہیلی کاپٹر کو جھیل کے اُوپر سے گزار کر موت کے مینار پر لے آئی۔ اس نے کاپٹر کو مینار کے پاس ہی چٹّان پر روک دیا۔ عمران اور شیبا نے ہیلی کاپٹر کو دیکھا تو کھڑکی کے شیشے کے پاس آ گئے۔ اُنہوں نے چھوٹے سے بُلبُلہ نما ہیلی کاپٹر میں سے اندھیرے میں ایک سایہ باہر نکلتے دیکھا۔

سایہ مینار کے نیچے آکر اُن کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ گارشا جانتی تھی کہ اُسے اُوپر کیسے جانا ہے۔ اس نے ایک خاص پتھرّ کے نیچے لگے بٹن کو دبایا تو فولاد کا چھوٹا طاقچہ نکل گیا۔ گارشا اُس کے اندر داخل ہو گئ۔ وہ تنگ زینے میں سے گزرتی سب سے پہلے شیبا کی کوٹھڑی میں آئ۔ شیبا نے اپنے سامنے ایک نیلی خلائی لڑکی کو دیکھا تو بولی۔

"کیا میری موت کی خوش خبری لے کر آئ ہو؟ اللہ کے لیے مُجھے موت کی نیند سلادو۔ میں زندہ نہیں رہنا چاہتی۔"

گارشا بڑے غور سے شیبا کو تک رہی تھی۔ کہنے لگی۔

"میں تمہارے لیے موت کی نہیں زندگی کی خوش خبری لے کر آئ ہوں۔ اسی جگہ میرا انتظار کرو۔ میں اُوپر والے کمرے سے عمران کو لے آؤں۔"

عمران نے اپنے سامنے نیلی خلائی لڑکی کو دیکھا تو کہا۔

"اب کیا پیغام لے کر آئی ہو تُم؟"

گارشا نے کہا۔ "کیا تُم ہی عمران ہو؟"

عمران طنزیہ انداز میں بولا۔

"جیسے تُم جانتی ہی نہیں ہو۔ تُم لوگوں نے ہی تو مُجھے موت کے یینار میں ڈال رکھا ہے۔"

گارشا نے کہا۔

"میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں اور شیبا کو یہاں سے نکالنے آئی ہوں۔"

پہلے تو عمران ہکّا بکّا سا ہو کر رہ گیا۔ پھر بولا۔

"تُم لوگوں کی ضرور یہ کوئی نئی سازش ہے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔"

گارشا نے لیزر گن نکال کر اُس کا رُخ عمران کی طرف کر دیا اور غُصّے سے بولی۔

"کیا فضول باتیں کر رہے ہو۔ جلدی سے میرے ساتھ نیچے چلو۔ نیچے شیبا ہمارا انتظار کر رہی ہے۔ میں تُم دونوں کو یہاں سے نکالنے آئی ہوں اور اپنے دو خلائی گارڈز کو ہلاک بھی کر چکی ہوں۔"

عمران کے دِل نے کہا۔ اس کے ساتھ چلو۔ یہ جھوٹ نہیں بول رہی۔ وہ گارشا کے ساتھ موت کی کوٹھڑی سے نکل کر نیچے والی کوٹھڑی میں آ گیا جہاں شیبا پہلے سے تیّار بیٹھی تھی۔ دونوں بہن بھائی نے ایک دوسرے کو دیکھا تو خُوشی سے آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

گارشا نے کہا۔

"جلدی سے میرے ساتھ آؤ۔"

گارشا نے عمران اور شیبا کو اپنے ساتھ ہیلی کاپٹر میں بٹھایا اور ہیلی کاپٹر فضا میں بُلند ہو کر کالے درختوں والے جنگل کی طرف غوطہ لگا گیا۔ ہیلی کاپٹر بڑی تیزی سے کالے جنگل کے اُوپر سے گزر گیا۔ اب اس کا رُخ نیلی ویران چٹّانوں کی طرف تھا۔ ہیلی کاپٹر بہت نیچی پرواز کر رہا تھا۔ شیبا نے عمران سے سرگوشی میں پوچھا۔

"کیا ہم سچ سچ یہاں سے فرار ہو جائیں گے؟"

اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا گارشا نے کہا۔ "خاموش رہو۔"

ہیلی کاپٹر کی رفتار بہت ہلکی ہو گئی تھی۔ پھر اُس نے ایک طرف کو غوطہ لگایا

اور دو چٹّانوں کے درمیان اُتر گیا۔ یہ نوکیلی چٹّانیں تھیں جو اندھیری رات میں خاموش کھڑی تھیں۔ گارشا نے عمران اور شیبا سے کہا۔

"یہاں ایک ویران اسٹور ہاؤس ہے۔ تمھیں وہاں اس وقت تک رہنا ہو گا جب تک کہ میں ڈاکٹر سُلطانہ کو لے کر یہاں نہیں آجاتی۔"

عمران نے چونک کر گارشا کی طرف دیکھا۔ "تو کیا ڈاکٹر سُلطانہ بھی تمھارے ساتھ ہے؟"

گارشا بولی۔

"ہاں وہ بھی ہمارے ساتھ ہے۔ ہم سب اکٹھّے اس سیّارے سے فرار ہوں گے مگر ابھی تمھیں چھُپ کر رہنا ہو گا۔ میرے ساتھ آؤ۔"

گارشا تاریک رات کے اندھیرے میں شیبا اور عمران کو ساتھ لیے ایک

نوکیلی چٹّان کے عقب میں گھوم گئی۔ چٹّان کے پیچھے ایک خُفیہ راستہ پرانے اسٹور روم کو جاتا تھا۔ جو چٹّان کے اندر بنایا گیا تھا۔ ایک چھوٹا سا کمرا تھا جس میں المونیم کے خالی ڈبّے اور فولاد کی دو خالی الماریاں پڑی تھیں۔ گارشا نے کہا۔

"تُم دونوں اُس وقت تک یہاں رہو گے جب تک میں سُلطانہ کو لے کر واپس نہیں آتی۔ ایک بات کا خیال رہے کہ تُم دونوں میں سے کوئی بھی یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرے۔"

یہ کہہ کر گارشا چلی گئی۔ وہ اپنے چھوٹے ہیلی کاپٹر میں بیٹھی اور سیدھی سُلطانہ کے نیلے مکان کی طرف پرواز کر گئی۔ وہ خوب جانتی تھی کہ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ وہ دو گارڈز کو ہلاک کر چکی تھی۔ صُبح ہوتے ہی جب اُن کی جگہ نئے گارڈز آئیں گے تو انھیں وہاں پر پہلے گارڈز کی لاشوں

کی جھُلسی ہوئی راکھ ملے گی۔ پھر شیبا عمران کے فرار کا راز بھی کھُل جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی سارے سیّارے پر ہنگامی صورتِ حال پیدا ہو جائے گی۔ اور شیبا، عمران، اور ڈاکٹر سُلطانہ کے ساتھ ساتھ گارشا کی تلاش بھی شروع ہو جائے گی۔ اسی لیے اسے تیزی سے کام کرنا تھا۔

ڈاکٹر سُلطانہ بھی جاگ رہی تھی۔ اس نے گارشا کا ہیلی کاپٹر اپنے مکان کے آگے اُترتے دیکھا تو سمجھ گئی کہ فرار کا لمحہ آ گیا ہے۔ گارشا ہیلی کاپٹر سے نکل کر سُلطانہ کی طرف بڑھی۔

"سُلطانہ جلدی کرو۔ وقت اُڑا جا رہا ہے شیبا اور عمران محفوظ مقام پر پہنچا دیئے گئے ہیں۔"

سُلطانہ لپک کر ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئی۔ گارشا نے ہیلی کاپٹر کا ایٹمی انجن بند نہیں کیا تھا۔ اُس نے ہیلی کاپٹر کو اُٹھایا اور تیزی سے مشرقی چٹّانوں کی

طرف نکل گئی۔ نیلی چٹّانوں والے اسٹور روم سے شیبا اور عمران کو ساتھ لیا اور ان پہاڑیوں کی طرف اُڑ گئی۔ جہاں ہنگامی حالات میں کام آنے والا خلائی راکٹ موجود تھا۔

عین اُسی وقت ایک ایسی بات ہو گئی جس نے گارشا کے فرار کے منصوبے کو خاک میں ملا دیا۔ جس وقت گارشا ہیلی کاپٹر لیے ہنگامی خلائی راکٹ کی طرف جا رہی تھی اس وقت خلائی کمپلیکس میں چیف سائنس دان اور وزیرِ اعلیٰ اوٹان کو سگنل وصول ہوا کہ کالے جنگلوں کے اُوپر ایک ہیلی کاپٹر جاتا دیکھا گیا ہے جس کی اسکیننگ کے بعد معلوم ہوا ہے کہ اس میں زمینی سیّارے کے تین انسان اور اپنے سیّارے اوٹان کی ایک خلائی عورت سوار ہے۔

چیف طرطوش چھلانگ لگا کر اپنے بڑے کمپیوٹر کی طرف لپکا۔ اس کے

کمپیوٹر اور اس میں بیٹھے ہوئے انسانوں کی اسکین کی۔ اسکیننگ ایکس رے کی طرح نمودار ہو گئی۔ چیف طرطوش کے لیے ان کی شناخت کرنا کوئی مُشکل کام نہیں تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس کو پتا چل گیا کہ ہیلی کاپٹر میں خلائی سائنس دان لڑکی گارشا کے ساتھ شیبا، عمران اور ڈاکٹر سُلطانہ بیٹھے ہوئے ہیں اور ہیلی کاپٹر کا رُخ ہنگامی خلائی راکٹ والے زیرِ زمین خلائی اسٹیشن کی طرف ہے۔ طرطوش فوراً سمجھ گیا کہ گارشا اُن لوگوں کے ساتھ مل گئی ہے اور اُنہیں سیّارہ اوٹان سے فرار کروا رہی ہے۔

طرطوش نے فوراً ہنگامی خلائی راکٹ کے سیکورٹی گارڈ کو سگنل دے کر ساری صورت حال بتائی اور حُکم دیا۔

”ہیلی کاپٹر میں آنے والوں کو فریز کر دو میں آ رہا ہوں۔“

دوسری طرف سے سیکورٹی چیف کی آواز آئی۔

"اوکے سر!"

گارشا اِس افسوس ناک حقیقت سے بالکل بے خبر تھی کہ ان کا منصوبہ فاش ہو گیا ہے اور آگے ان کو قابو کرنے کے واسطے ایک خطرناک جال بِچھا دیا گیا ہے۔ گارشا نے دُور سے خلائی راکٹ والی پہاڑی کو دیکھا اور بولی۔

"تُم لوگ اُس وقت تک ہیلی کاپٹر میں بیٹھے رہنا جب تک کہ میں واپس نہ آؤں۔"

ہیلی کاپٹر ہنگامی راکٹ اسٹیشن کے گیٹ سے چند قدم دور اُتر گیا۔ سیکورٹی گارڈ اُسی ہیلی کاپٹر کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ گارشا ہیلی کاپٹر سے نکل کر گیٹ کے پاس آئی۔ سیکورٹی چیف نے پوچھا۔ "گارشا! اتنی رات گئے کسی مقصد کے لیے آنا ہوا؟"

اگرچہ رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیلا ہوا تھا مگر سیکورٹی چیف نے ہیلی کاپٹر کے اندر موجود تین انسانوں کے سائے دیکھ لیے تھے۔ گارشا نے اپنا کارڈ دکھاتے ہوئے کہا۔

"مجھے چیف طرطوش نے چیک اپ کے لیے بھیجا ہے۔ گیٹ کھول دو۔"

گارشا کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ گارڈ روم میں جا کر چیف سیکورٹی آفیسر اور دوسرے گارڈز کو اپنی خلائی گن سے ہلاک کر دے گی اور پھر خلائی راکٹ تک راستہ صاف ہو گا۔ گیٹ پر صرف ایک ہی گارڈ تھا۔ باقی دو گارڈز سیکورٹی روم میں تھے۔ اگر وہ سیکورٹی چیف اور گارڈ کو گیٹ پر ہلاک کرتی ہے تو گارڈ روم سے باقی گارڈ اس پر فائر کر سکتے تھے۔

سیکورٹی چیف تو اپنے بچھائے ہوئے جال کے مطابق کام کر رہا تھا۔ اس نے دروازہ کھول دیا اور گارشا سے کہا۔

"اندر آجاؤ۔"

سیکورٹی چیف بھی جانتا تھا کہ خلائی لڑکی گارشا کو قابو کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کے پاس خلائی گن ہے۔ کاپٹر میں بیٹھے ہوئے تین زمینی آدمیوں کو تو آسانی سے گرفتار کیا جا سکتا تھا۔ گارشا تیز تیز قدموں سے گارڈ روم کی طرف چلی۔ گارڈ روم میں پورا انتظام پہلے ہی سے کر دیا گیا تھا۔ وہاں ایک بھی گارڈ نہیں تھا۔ جُونہی گارشا گارڈ روم میں داخل ہوئی کمرے کا الیکٹرانک دروازہ تیزی سے بند ہو گیا۔ گارشا چونک کر گھومی مگر وہ پھندے میں پھنس چکی تھی۔ گارڈ روم کی چھت کے ایک سوراخ میں سے سُرخ رنگ کی شعاع نکل کر ایک چھپاکے کے ساتھ گارشا پر پڑی اور وہ سنبھلنے سے پہلے بے ہوش ہو کر فرش پر گر پڑی۔ چوکور شیشے میں سے سیکورٹی چیف نے اسے گِرتے دیکھا تو اپنے گارڈز کو اشارہ کیا۔ تینوں گارڈز ہیلی کاپٹر کی

طرف دوڑ پڑے۔ ان کے ہاتھوں میں خلائی گنیں تھیں۔

گارڈز نے آتے ہی خلائی گنیں تان لیں اور شیبا، عمران اور ڈاکٹر سُلطانہ کو ہیلی کاپٹر سے باہر نکلنے کا حُکم دیا۔ وہ لوگ پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے کا مُنہ تکنے لگے۔ سمجھ گئے کہ اُن کا منصوبہ ناکام ہو گیا ہے اور گارشا کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر سے باہر آ گئے۔ ان تینوں کو بھی گارڈ روم میں بند کر دیا گیا۔ وہاں گارشا پہلے سے ہی بے ہوش پڑی تھی۔ عمران نے گارشا کو بے ہوش دیکھا تو بولا۔

”اب کیا ہو گا؟ شاید ہم کبھی یہاں سے نہ نکل سکیں۔“

شیبا وہیں بیٹھ گئی۔

”مُجھے پہلے ہی دھڑکا لگا تھا۔ یہاں سے فرار ہونا اتنا آسان کام نہیں ہے

جتنا گارشا سمجھ رہی تھی۔" ڈاکٹر سُلطانہ نے جھُک کر گارشا کے کان کے نیچے ہاتھ رکھا۔ "یہ بے ہوش ہے۔ سوال یہ ہے کہ اُنھوں نے ہمیں بے ہوش کیوں نہیں کیا؟"

عمران بولا۔ "اِسی لیے کہ اُنہیں ہم سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ گارشا خلائی مخلوق ہے۔ وہ کُچھ بھی کر سکتی تھی۔۔"

رات ڈھلنے لگی تھی۔ اُنہیں باہر ایک ہیلی کاپٹر کی آواز سُنائی دی۔ یہ خلائی ہیلی کاپٹر پروں کے بغیر ایٹمی توانائی سے چلتے تھے اور اِن کی بڑی دھیمی آواز آتی تھی۔ اس ہیلی کاپٹر میں چیف طرطوش سوار تھا۔ وہ سیکورٹی چیف کے ساتھ گارڈ روم میں آیا۔ آنکھیں سیکٹر کر سب کو دیکھا۔ پھر سیکورٹی چیف کو اشارہ کیا اور باہر نکل گیا۔

اُس کے جانے کے بعد سیکورٹی چیف نے اپنے آدمیوں کو بلا کر بے ہوش

گارشا، سُلطانہ، شیبا اور عمران کو خلائی راکٹ اسٹیشن کے ایک تہہ خانے میں بند کر دیا۔ دو منٹ بعد سیکورٹی چیف تہہ خانے میں آیا۔ اپنی کمر سے خلائی گن نکالی اور اُوپر تلے عمران، شیبا اور سُلطانہ پر فائر کر دے۔ خلائی گن سے سفید شعاع نکل کر اُن پر گری۔ وہ یہی سمجھے کہ اُن کا آخری وقت آ گیا ہے مگر یہ سفید شعاع صرف اُنہیں بے ہوش کرنے کے لیے تھی۔ گارشا پہلے ہی بے ہوش تھی۔ اب شیبا، عمران اور سُلطانہ بھی بے ہوش ہو کر گِر پڑے۔ طرطوش نے گریٹ کنگ سے بات کی اور کہا کہ گارشا، شیبا، عمران اور ڈاکٹر سُلطانہ کا منصوبہ ناکام بنا دیا گیا ہے اور وہ ان کے قبضے میں ہیں۔ گریٹ کنگ نے ایک خاص سگنل کا اشارہ دیا۔ طرطوش نے کہا۔

"ایسا ہی ہو گا گریٹ کنگ!"

جب اوٹان سیّارے پر سورج نکلا تو خلائی راکٹ اسٹیشن سے ایک بند گاڑی باہر آئی۔ اس گاڑی میں گارشا، شیبا، عمران اور سُلطانہ بے ہوش پڑے تھے۔ گاڑی کالے رنگ کی تھی اور راکٹ اسٹیشن سے باہر نکلتے ہی وہ ہوا میں پرواز کر گئی۔ پہاڑیوں کے اُوپر ہی اُوپر تیزی سے اڑتی ہوئی یہ سیاہ خلائی گاڑی سیاہ جھیل کو پار کرتی ایک پہاڑی کی چوٹی پر اُتر گئی۔ اس پہاڑی کی چوٹی سے نیچے پہاڑی کے اندر تک کنوئیں کی طرح کا ایک کشادہ شگاف جاتا تھا۔ اس کنوئیں کی دیوار کے ساتھ ایک لفٹ لگی تھی۔ بے ہوش گارشا، عمران، شیبا اور سُلطانہ کو اس لفٹ میں ڈال کر پہاڑی کے کنوئیں میں نیچے لے جایا گیا۔ یہاں پہاڑی کی تہہ کے ساتھ ایک سلنڈر نما کیپسول لگا کھڑا تھا۔ چاروں کو اسی کیپسول سلنڈر میں ڈال کر اس کا الیکٹرانک دروازہ ہوا کے دباؤ سے بند کر دیا گیا۔

جب گارشا، سُلطانہ، عمران اور شیبا کو ہوش آیا تو اُنھوں نے دیکھا کہ وہ ایک سجے سجائے گول کمرے میں پڑے ہیں۔ کمرے میں چمکیلی دھات کی چار کرسیاں اور ایک میز فرش کے ساتھ میخوں سے جکڑ دی گئی تھی۔ کمرے کا دروازہ نہیں تھا۔ صرف ایک کھڑکی تھی جس پر سیاہ موٹا شیشہ اس طرح لگا تھا کہ باہر سے کُچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔

دیوار کے ساتھ ساتھ آمنے سامنے چار اسٹریچروں پر سونے کے لیے بستر لگے تھے۔ گارشا کا ماتھا ٹھنکا۔ اُسے کُچھ شُبہ ہوا۔ اس نے اپنے شُبہے کو کسی پر ظاہر نہ کیا۔



وہ خلا میں بھٹک گئے

خلائی لڑکی گارشا اُٹھ کر کمرے کی دیوار کو غور سے تکنے لگی۔

سُلطانہ، عمران اور شیبا سخت مایوسی کے عالم میں اسٹریچروں پر بیٹھے تھے۔
سُلطانہ نے گارشا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"گارشا! ہمیں کسی زیرِ زمین تہہ خانے میں بند کر دیا گیا ہے۔ کیوں کہ باہر سے کوئی آواز نہیں آتی۔"

شیبانے ٹھنڈا سانس بھرا اور بولی۔

"اللہ جانے کس نے طرطوش کو خبر کر دی کہ ہم فرار ہو رہے ہیں۔"

عمران نے کہا۔ "شاید ہمارے ہیلی کاپٹر کو کمپیوٹر ریڈار پر دیکھ لیا گیا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم اس وقت اوٹان سیّارے سے نکل کر اپنی زمین، خوبصورت زمین کی طرف پرواز کر رہے ہوتے۔"

اُس وقت خلائی لڑکی گارشا دیوار کے ساتھ کان لگائے باہر کی آواز سُننے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے کسی خطرے کی بُو سونگھ لی ہے۔

سُلطانہ نے پوچھا۔

"کیا بات ہے گارشا! تُم کیا سننے کی کوشش کر رہی ہو؟" گارشا نے کوئی

جواب نہ دیا اور گول کمرے کی اس کھڑکی کے پاس آ گئی جس پر سیاہ رنگ کا موٹا شیشہ چڑھا ہوا تھا اور جس میں سے کُچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ گارشا جھُک کر دیوار میں کسی خُفیہ بٹن کو تلاش کرنے لگی۔ آخر اُسے ایک بٹن نظر آ گیا۔ وہ بٹن کو انگلی سے دباتے دباتے رُک گئی۔

"کیا بات ہے گارشا بہن!" عمران نے پوچھا۔

گارشا نے پلٹ کر شیبا، سُلطانہ اور عمران کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر پریشانی صاف دیکھی جا سکتی تھی۔ اب عمران شیبا اور سُلطانہ بھی فکر مند ہو گئے۔ وہ اسٹریچروں پر سے اُٹھ کر گارشا کے قریب آ گئے اور جھُک کر دیوار میں اندر کی جانب دھنسے چھوٹے سے نیلے بٹن کو تکنے لگے۔ گارشا بولی۔

"ہمارے ساتھ ایک انتہائی بھیانک واقعہ ہو گیا ہے۔"

شیبا، عمران اور سُلطانہ کے مُنہ کھُلے کے کھُلے رہ گئے۔ گارشا نے ایک گہرا سانس کھینچا اور کہا۔

"وہ اس سے زیادہ خوفناک انتقام ہم سے نہیں لے سکتے تھے۔"

"آخر ہوا کیا ہے گارشا! کُچھ تو کہو۔" سُلطانہ نے بے تابی سے پوچھا۔ گارشا نے نیلے بٹن کو آہستہ سے دباتے ہوئے کہا۔

"جو کُچھ میں کہنا چاہتی ہوں تھوڑی دیر بعد تُم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔"

نیلے بٹن کے دبانے سے دیوار میں ایک پلیٹ پیچھے ہٹ گئی۔ وہاں ایک چھوٹا سے ساکٹ تھا جس میں دو بٹن لگے تھے۔ ایک بٹن کا رنگ سبز اور دوسرے کا سُرخ تھا۔ گارشا نے سبز بٹن کو دبا دیا۔ اِسی کے ساتھ ہی

کھڑکی پر سیاہ رنگ کا موٹا شیشہ چڑھا تھا وہ آہستہ آہستہ اُوپر کھسکنے لگا۔ اس کے پیچھے لگا ہوا دوسرا موٹا شیشہ ظاہر ہو گیا۔ یہ سفید رنگ کا تھا۔ اس شیشے کے پیچھے عمران، شیبا اور سُلطانہ نے جو منظر دیکھا اس سے اُن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ چہروں کا رنگ زرد پڑ گیا۔ ہونٹ ایک دم خُشک ہو گئے۔

شیشے کے پیچھے، کھڑکی کے باہر تاریک سیاہ خلا تھا جہاں انگاروں کی طرح دہکتے ہوئے سیّارے آہستہ آہستہ گردش کرتے اور خلا کی وسعتوں میں تیرتے نظر آرہے تھے۔ گارشا نے کہا۔

"ہمیں اِس سلنڈر نما کمرے میں بند کر کے خلا کی نامعلوم وسعتوں میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ ہمیں بے ہوشی کی حالت میں ریڈٹا اور پہاڑی کے کنوئیں اس موت کے سلنڈر میں بند کیا گیا۔ پھر ایک زبردست راکٹ کی مدد سے سلنڈر

کو اوٹان سیّارے کی فضا سے نکال کر خلا میں پھینک دیا گیا۔ راکٹ الگ ہو گیا اور اب ہم اس وقت تک اس موت کے سلنڈر میں بند خلا میں گردش کرتے رہیں گے جب تک کہ یہ کائنات موجود ہے۔ جب ہماری خوراک کی گولیاں ختم ہو جائیں گی تو ہم بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اِسی خلائی کمرے میں دم توڑ دیں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھوک پیاس کی وجہ سے ہم پر درندگی طاری ہو جائے اور ہم ایک دوسرے کا گوشت کھا جائیں۔ خُون پی جائیں اور ہم میں سے صرف ایک زندہ بچّے پھر وہ بھی مر جائے۔"

یہ سُننا تھا کہ شیبا، سُلطانہ اور عمران کے رنگ اُڑ گئے۔ وہ کھڑکی کے شیشے کے ساتھ لگے باہر خلا میں پھٹی پھٹی نظروں سے تک رہے تھے۔ انگاروں کی طرح دمکتے ستارے اور سیّارے اُن سے قریب بھی تھے اور اربوں میل دور بھی تھے۔ کُچھ آہستہ آہستہ حرکت کرتے نظر آ رہے

تھے۔ اور کُچھ بالکل ساکت تھے۔ اُن کی حرکت اسی لیے محسوس نہیں ہو رہی تھی کہ ان کا فاصلہ اربوں نوری سال کا تھا۔ خلائی پتھرّ کا ایک بڑا ٹکڑا تیزی سے موت کے سلنڈر کے اُوپر سے ہو کر نکل گیا۔ شیبا، سُلطانہ اور عمران جلدی سے نیچے بیٹھے گئے۔ سُلطانہ نے سہمی آواز میں کہا۔

"ہماری کسی سیّارے سے ٹکّر بھی ہو سکتی ہے۔"

گارشا بولی! "ہماری ٹکّر کیا ہوگی۔ اگر ہم کسی سیّارے کے حلقہ کشش کی زد میں آ گئے تو وہ ہمیں اتنی تیزی سے اپنی طرف کھینچے گا کہ ہمارا یہ سلنڈر نما کمرا فضا میں ہی جل کر راکھ ہو جائے گا۔"

شیبا پر موت کا خوف چھا گیا تھا۔ عمران نے ابھی تک حوصلہ نہیں ہارا تھا۔ اسے اپنے اللہ پر اب بھی پورا بھروسہ تھا کہ وہ ساری کائنات کا مالک ہے۔ وہ اگر چاہے تو اُنہیں ایک پل انہیں اِس بھیانک مُصیبت سے نکال

سکتا ہے۔ مگر اُس کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ آدمی مُصیبت میں اپنے ہوش گم نہ ہونے دے اور اللہ پر اپنا ایمان قائم رکھے اور بہتری کے لیے غور و فکر کرتا رہے۔ اس نے گارشا سے کہا۔

"گارشا! جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس سلنڈر کمرے میں اتنا دباؤ رکھا گیا ہے جو ہمارے جسموں کو ثابت و سالم رکھنے کے لیے کافی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس دباؤ میں کمی واقع ہو جائے؟ کیوں کہ اگر سلنڈر کا دباؤ کم ہو گیا تو ہمارے جسم پھٹنا شروع ہو جائیں گے۔"

سُلطانہ نے جلدی سے کہا۔

"دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر کششِ ثقل نہیں ہے تو ہم فرش پر کھڑے کیوں ہیں؟ ہمیں تو بے وزنی کی حالت میں سلنڈر میں تیرتے پھرنا چاہیے تھا۔"

گارشا اسٹریچر پر بیٹھ گئی۔ پھر کہنے لگی۔

"آپ ایک بات بھول گئے ہیں کہ یہ خلائی سلنڈر آپ کے زمینی سائنس دانوں نے نہیں بنایا بلکہ ہمارے خلائی سیّارے اوٹان کے سائنس دانوں نے بنایا ہے جو آپ کے مُقابلے میں ہزار گناہ زیادہ ترقّی یافتہ ہیں۔ اس سلنڈر میں ہوا کے دباؤ کے ساتھ ساتھ فرش میں ایک خاص قسم کا مادہ لگا کر اس میں پوری کششِ ثقل پیدا کر دی گئی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایک خاص وقت گزرنے پر ہوا کا دباؤ اور کششِ ثقل آہستہ آہستہ کم ہونی شروع ہو جائے گی۔ یہ عرصہ ایک ماہ کا بھی ہو سکتا ہے اور ایک سال کا بھی۔ اُس کا دارومدار اس بات پر ہے کہ ہم خلا کے جس حصّے سے گزر رہے ہیں وہاں کون کون سی الٹرا وائیلٹ شعاعیں گردش کر رہی ہیں۔" شیبا، عمران اور سُلطانہ چُپ رہے۔ گارشا بولی۔

”میں نے کھڑکی کے باہر خلا کو دیکھ کر جو اندازہ لگایا ہے اس حساب سے ہم ابھی تک خلا کے کسی خطرناک علاقے میں داخل نہیں ہوئے۔ لیکن ایسی حالت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔ خلا بے رحم ہے۔ اگر ہم کسی بلیک ہول نامی سیّارے کی زد میں آ گئے تو اس سیّارے میں اتنی کشش ہوتی ہے کہ وہ ایک کروڑ نوری سال کے فاصلے سے بھی ہمیں اپنی طرف کھینچ لے گا اور اس کے تاریک سوراخ میں داخل ہوتے ہی ہمارے پرخچے اُڑ جائیں گے۔“

عمران نے کہا۔ ”گارشا! میرا ایمان ہے کہ اللہ کی طاقت ان تمام سیّاروں اور ستاروں کی طاقت سے کہیں زیادہ ہے۔ اللہ ہی کے حُکم سے یہ سب سیّارے ستارے گردش کر رہے ہیں اور اس کے حُکم سے اُنہیں اتنی طاقت ملی ہے۔ اگر اللہ چاہے تو ہمیں یہ آفت سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔“

گارشا مُسکرائی اور بولی۔

"ہم خلائی مخلوق ہیں۔ ہمارے سیّارے پر کبھی کسی نے اللہ کا نام نہیں سُنا۔"

عمران نے کہا۔ "گارشا! تُم اللہ کا نام سُنو چاہے نہ سُنو۔ اِس سے اللہ کے وجود کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ ساری کائنات اس نے بنائی ہے۔ اور اسی کے حُکم سے چل رہی ہے۔"

سُلطانہ کہنے لگی۔

"سب سے زیادہ خطرہ کسی ستارے سے ٹکرا جانے کا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنے اس خلائی سلنڈر کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے سکیں۔ اور اسے اپنی مرضی سے خلا میں چلائیں؟ تُم خلائی سائنس میں ہم سے بہت

آ گے ہو گارشا! تمہیں ضرور کوئی راستہ نکالنا چاہیے۔"

گارشا پہلے ہی جیسے کسی گہری سوچ میں تھی۔ اندر کی کھڑکی کے پاس گئی۔ سفید موٹے شیشے کی دیوار میں سے باہر خلا میں ایک نظر ڈالی اور پلٹ کر کہنے لگی۔

"میں کسی ایسے خلائی جہاز کو کیسے چلا سکتی ہیں جس میں کوئی مشین ہی نہ ہو؟"

شیبا نے آزردہ دِلی سے کہا۔

"اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی موت کی طرف جا رہے ہیں۔ کوئی بھی سیّارہ ہمیں اپنی طرف کھینچ کر ہمارے ٹکڑے اُڑا سکتا ہے۔"

اچانک خلائی لڑکی گارشا کے ذہن میں ایک خیال بجلی کی مانند کوند گیا۔ وہ کُرسی سے اُٹھ کر شیشے والی کھڑکی کے پاس آئی۔ جھُک کر اُس چھوٹے چوکور

سوراخ کو دیکھا جس میں سُرخ اور سبز بٹن لگے تھے۔ اس نے سوراخ کے نیچے والی المونیم کی پلیٹ کو باہر کھینچ لیا۔ اس کے پیچھے ایک چھوٹا سا ہینڈل لگا تھا۔ شیبا، عمران اور سُلطانہ بھی اس کے پاس آ گئے۔ عمران نے پوچھا۔

"ہینڈل کس لیے لگایا گیا ہے؟"

گارشا ہینڈل پر انگلی پھیرتے ہوئے بولی۔

"یہ ہینڈل اس چھوٹی مشین کو کنٹرول کرتا ہے جو ہمارے سلنڈر کی فضا کو ائیر کنڈیشنڈ کر رہی ہے۔ اور اس میں مائع گیس کی بجائے ہم لوگ ایٹمی توانائی کا شدید پریشر استعمال کرتے ہیں۔ اسی پریشر کو ہم راکٹ کے ایندھن کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ اس طرح سے ہم اپنے سلنڈر کا رُخ کسی سیّارے کی طرف موڑ بھی سکتے ہیں اور اگر کوئی سیّارہ معمولی کشش

سے ہمیں اپنی طرف کھینچے تو اس کی طرف سلنڈر کو جھکنے سے روک بھی سکتے ہیں۔"

شیبا نے فوراً کہا۔

"پلیز گارشا! اس پریشر کی مدد سے سلنڈر کنٹرول کرو اور کسی سیّارے پر اُترنے کی کوشش کرو۔" گارشا کہنے لگی۔ "لیکن ایک خطرہ بھی ہے۔ خطرہ یہ کہ پریشر کم ہونے سے سلنڈر میں آکسیجن کم ہونے لگے گی اور ہم گرمی اور سانس رکنے سے مر سکتے ہیں۔"

سُلطانہ نے کہا۔ "میرا خیال ہے ہم اس ہینڈل کو اس وقت استعمال کریں گے جب کوئی ایسا سیّارہ ہمارے قریب ہو گا جس پر زندگی کے آثار ہوں یا کم از کم جو آگ کا انگارہ نہ ہو۔"

گارشا نے کہا۔ ”ہمیں ایسا ہی کرنا ہوگا۔ اس طرح سے ہم کم سے کم وقت میں پریشر کی کم سے کم توانائی استعمال کر کے کسی سیّارے سے اُترنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔“

عمران بولا۔ ”کھڑکی میں سے دیکھو کیا کوئی ایسا سیّارہ ہمارے قریب ہے؟ تُم تو ان سیّاروں کو خوب جانتی ہوگی۔“

گارشا کھڑکی میں شیشے کے پاس کھڑی ہوگئی۔ وہ باہر خلا میں دیکھ رہی تھی۔ کہنے لگی۔

”ابھی تک کوئی بھی سیّارہ ہمارے قریب نہیں ہے۔ یہ سب بڑے سیّاروں کے ٹکڑے ہیں جو آگ کے گولے ہیں۔ ہمیں ان سے بچنا ہے۔“

وقت کا اُنہیں کوئی احساس نہیں تھا۔ وہاں نہ دِن تھا نہ رات تھی۔ دِن

رات تو ہمارے ہاں ہوتے ہیں۔ جہاں سورج غروب ہوتا ہے تو رات ہو جاتی ہے۔ سورج نکلتا ہے تو دِن چڑھ آتا ہے۔ مگر خلا میں تو ہر ستارہ اپنی جگہ پر سورج تھا۔ کوئی بُجھ کر ٹھنڈا ہو چکا اور کوئی زبردست آگ میں جلتا ہوا۔ جب کسی کو نیند آتی وہ سو جاتا۔ جب آنکھ کھلتی جاگ اُٹھتا۔ گولیاں کھانے سے وہ بھوک پیاس سے بچّے ہوئے تھے۔ اس طرح نہ جانے کتنے دِن گزر گئے۔ اُن کا سلنڈر نما کمرا خلا میں تیرتا چلا جا رہا تھا۔ ابھی تک وہ کسی سیّارے کی کشش کی زد میں نہیں آیا تھا۔

پھر ایسا ہوا کہ عمران، شیبا اور سُلطانہ اپنے اپنے اسٹریچر پر سو رہے تھے۔ صرف گارشا جاگ رہی تھی اور کھڑکی کے پاس نیچے بیٹھی ساکٹ کے پریشر ہینڈل کو باہر نکل کر اس کے تاروں کا جائزہ لے رہی تھی کہ اچانک سلنڈر کو زبردست جھٹکا لگا اور باہر سے گونج کی تیز آواز اندر آنے لگی۔ جھٹکے کی

شدّت سے شیبا، عمران اور سُلطانہ اپنے اپنے اسٹریچروں پر سے نیچے گر پڑے۔ گارشا نے کُرسی کو پکڑ لیا۔ سُلطانہ نے خوف بھری آواز میں پوچھا۔

"یہ کیا ہوا؟"

شیبا نے گھبرا کر کیا۔

"ہم کسی سیّارے سے ٹکرا گئے ہیں۔"

گارشا کھڑکی میں سے باہر خلا میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہمیں ایک سیّارہ اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ یہ گڑگڑاہٹ اور جھٹکے کی آواز اسی سیّارے کی فضا میں داخل ہونے کی تھی۔"

سب کھڑکی میں آ گئے۔ ان کا سلنڈر انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ فضا میں

ایک بہت بڑے سیّارے کی طرف گرتا چلا جا رہا تھا۔ گارشا نے پوری طاقت سے ہینڈل کو ایک طرف موڑ دیا۔ سلنڈر کو ایک بار پھر جھٹکا لگا۔ سلنڈر کی چھت میں سے ایسے شور کی آواز نکلی جیسے کہیں کوئی آبشار کرنے لگا ہو۔ گارشا نے چیخ کر کہا۔

"فرش پر سیدھے لیٹ جاؤ۔ آکسیجن اور ہوا کا دباؤ کم ہونے لگا ہے۔ سانس آہستہ لینا۔"

شیبا، سُلطانہ اور عمران فرش پر بالکل سیدھے لیٹ گئے اور لمبے لمبے سانس لینے لگے۔ گارشا نے ہینڈل کو پوری طاقت سے اپنی طرف کھینچ رکھا تھا۔ پھر اس نے دوسرے ہاتھ سے سیاہ رنگ کے ایک فولادی پائپ کو کھینچ کر اپنے ساکٹ سے الگ کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک ہلکے سے جھٹکے سے سلنڈر کی رفتہ میں فرق پڑ گیا۔ گارشا نے چلّا کر "عمران اس ہینڈل

کو اپنی طرف کھینچے رکھو۔"

عمران نے ہینڈل کو دونوں ہاتھوں سے پکڑلیا۔ ہینڈل اسے اپنی طرف کھینچ رہاتھا مگر عمران ایک طاقتور نوجوان تھا۔ اس نے ہینڈل کو نہ چھوڑا۔ گارشا نے کھڑکی میں سے باہر دیکھا۔ سلنڈر کی رفتار دھیمی ہو گئی تھی۔ اور اجنبی گُم نام سیّارہ آہستہ آہستہ قریب آ رہا تھا۔ سلنڈر اِس گُم نام سیّارے کی فضا میں داخل ہو چکا تھا اور سیّارے کی بھوری زمین اور بھوری بھوری اُبھری ہوئی پہاڑی چٹّانوں کا سِلسِلہ سلنڈر کے نیچے آ گیا تھا جن پر سلنڈر آہستہ آہستہ اُتر رہا تھا۔ گارشا نے اپنے جسم میں شدید گرمی اور دباؤ محسوس کیا۔ وہ جلدی سے لیٹ گئی۔ سلنڈر کی فضا گرم ہونے لگی تھی۔ آکسیجن کم ہو رہی تھی۔ اُن سب کے سانس دھونکنی کی مانند چلنے لگے تھے۔ سانس لینے میں سب کو شدید دقّت محسوس ہو رہی تھی۔ سُلطانہ نے کُچھ کہنا چاہا مگر تیز سانس

کی وجہ سے سمجھ میں نہیں آ سکا کہ اس نے کیا کہا ہے۔ گارشا جلدی سے
اُٹھی۔ اب اُسے خطرہ مول لینا ہی پڑ گیا تھا۔ کیونکہ جس رفتار سے سلنڈر نئے
سیّارے پر اُتر رہا تھا اسے ایک گھنٹہ مزید لگ جاتا اور اتنی دیر میں سلنڈر میں
وہ سب آکسیجن کے بغیر مر جاتے۔ گارشا کو ابھی تک یہ علم نہیں تھا کہ اس
نئے سیّارے کی فضا میں آکسیجن ہے بھی کہ نہیں۔ اگر سیّارے کی فضا میں
آکسیجن نہیں ہے تو بھی ان کی موت یقینی تھی۔ اسی لیے وہ کھڑکی کا دوسرا
شیشہ کھولتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ سلنڈر میں
اب زندہ رہنا تقریباً ناممکن ہے اور ویسے بھی اُن سب کی موت واقع ہو
جائے گی تو اس نے ساکٹ کا سُرخ بٹن دبا دیا۔ اس وقت عمران کا یہ
حال تھا کہ اس کا جسم پسینے میں تر بتر تھا۔ سانس تیز چل رہی تھی اور جسم کی
جیسے جان نکلی جا رہی تھی۔ پھر بھی اس نے پریشر ہینڈل کو نہیں چھوڑا تھا

جس کی وجہ سے سلنڈر کے اُوپر سے ایٹمی دباؤ بڑی تیزی سے خارج ہو رہا تھا اور یوں سلنڈر کی رفتہ دھیمی ہو گئی تھی۔ گارشا کے سُرخ بٹن دباتے ہی سلنڈر کی کھڑکی کا دوسرا سفید شیشہ بھی اُوپر اُٹھ گیا۔ گارشا نے چیخ کر کہا۔ آنکھیں بند کرلو۔"

شیبا کا بُرا حال تھا۔ وہ تو بے ہوش ہو رہی تھی۔ ان سب نے گارشا کی آواز سُنتے ہیں آنکھیں بند کرلیں۔ یہ ہدایت گارشا نے اِس لیے دی تھی کہ اگر سیّارے کی فضا میں کوئی زہریلی گیس ہوتی تو اس کا سب سے پہلا اثر آنکھوں پر ہوتا۔ کھڑکی پر سے موٹے شیشے کے اُٹھتے ہی سلنڈر تھر تھرایا۔ کیونکہ اس کے اندر ہوا داخل ہو گئی تھی۔

سب سے پہلے گارشا نے محسوس کیا کہ سیّارے کی فضا میں زہریلی گیس نہیں ہے۔ یہ صرف خلائی لڑکی کا جسم ہی محسوس کر سکتا تھا۔ پھر اس نے

آنکھیں کھول دیں۔ دوسری طرف شیبا عمران اور سُلطان نے بھی محسوس کیا کہ اُنہیں سانس لینے میں کُچھ آسانی محسوس ہونے لگی ہے۔ دراصل اس سیّارے میں آکسیجن کی بھاری مقدار موجود تھی جو ہوا کے ساتھ سلنڈر میں آ گئی تھی۔ سیّارے کی کشش بھی نارمل اور موزوں تھی۔ گارشا نے عمران کے ہاتھ سے ہینڈل خود تھام لیا۔ عمران فرش پر دونوں ہتھیلیاں ٹِکا کر بیٹھ گیا اور زور زور سے سانس لینے لگا۔ اسے ہر سانس پر تسکین محسوس ہو رہی تھی۔ گارشا نے خُوشی سے چلّا کر کہا۔

"سیّارے پر آکسیجن موجود ہے۔"

عمران، شیبا اور سُلطانہ کے زرد چہروں پر زندگی کی رونق ایک بار پھر واپس آ گئی مگر وہ فرش پر ہی پڑے رہے۔ گارشا نے عمران سے کہا۔

"عمران کھڑکی سے باہر دیکھو سیّارے کی زمین اور سلنڈر میں کتنا فاصلہ رہ گیا

ہے۔"

ابھی یہ بات گارشا کے مُنہ میں ہی تھی کہ سلنڈر کسی چیز سے ٹکرا کر اُلٹ گیا۔ وہ سب اوپر تلے ہو گئے۔ پھر کسی نہ کسی طرح ایک دوسرے کو سنبھالتے سلنڈر کی کھڑکی میں سے باہر نکل آئے۔ ان کا سلنڈر ایک بہت بڑے اور گھنے درخت کی شاخوں میں گِر کر وہیں پھنس گیا تھا۔ وہ درخت کی شاخوں کو پکڑ پکڑ کر نیچے زمین پر اُتر آئے۔ گارشا نے زمین پر سے خُشک مٹّی اٹھا کر دیکھی اور بولی۔

"اِس میں وہ تمام معدنیات موجود ہیں جو ہمارے سیّارے پر تھے۔ ہم یہاں زندہ رہ سکیں گے۔"

سُلطانہ نے درخت کی طرف نگاہیں اُٹھا کر کہا۔

"ہمیں سلنڈر کو نیچے اُتار لینا چاہیے۔"

شیبا نے کہا۔ "اسے درخت میں ہی لٹکا رہنے دو۔ یہ ہمارے لیے ایک محفوظ گھر کا کام دے گا۔ ہم رات کو اس کے اندر سو سکیں گے۔"

رات کے لفظ پر اُنھوں نے فضا میں نگاہیں دوڑائیں۔ اُنہیں محسوس ہوا کہ وہاں سورج غروب ہو رہا تھا۔ اِس سیّارے کی زمین کا بھی ایک سورج تھا جو بھوری پہاڑیوں کے پیچھے چلا گیا تھا اور درختوں اور بھوری بھوری جھاڑیوں کے سائے لمبے ہو رہے تھے۔ گارشا سے سُلطانہ نے کہا۔

"ہمیں رات ہونے سے پہلے پہلے اس سیّارے پر چل پھر کر اس کا جائزہ لینا چاہیے کہ یہاں کوئی رہتا ہے کہ نہیں۔"

عمران نے کہا۔

"اگر یہاں آکسیجن اور درخت ہیں تو پانی بھی ہوگا اور یہ سب کُچھ ہے تو انسانی آبادی بھی ہوگی۔"

گارشا کہنے لگی:

"یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے یہ سیّارہ ابھی اپنے شروع کے زمانے میں ہو اور ابھی یہاں صرف نباتات ہی ہو انسانی زندگی کا کہیں وجود نہ ہو۔

شیبا کہنے لگی۔

"یہاں کی فضا میں خوشگوار خُنکی ہے۔ ہمیں کُچھ دور تک سیر کرنی چاہیے تاکہ معلوم ہو سکے کہ آس پاس کوئی بستی ہے کہ نہیں۔"

اور وہ چاروں طرف بھوری جھاڑیوں میں پہاڑیوں کے درمیان چلنے لگے۔

خلائی لڑکی گارشا آ گے آ گے تھی۔ پہاڑیاں چھوٹی چھوٹی تھیں اور اُن پر بھورے رنگ کی خُشک جھاڑیاں دُور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سیّارے کی زمین بھوری اور خُشک تھی۔ پہاڑیاں ختم ہو گئیں۔ سامنے ایک چھوٹا سا میدان تھا جس میں ایک جگہ سے آگ کے چھوٹے چھوٹے شُعلے نکل رہے تھے۔ وہ اس کی طرف بڑھے۔



پُراسرار آواز

وہ آگ کے قریب آئے۔

آگ کے یہ شعلے پتھرّوں کے درمیان بنے ہوئے ایک قدرتی گڑھے میں سے نکل رہے تھے۔ گارشا نے کہا۔

"یہ پہاڑی آتش فشاں ہے ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے۔"

وہ تیز تیز قدم اُٹھاتے پہاڑی کی ڈھلان اُتر کر دوسری طرف چلے گئے۔

آگے اونچی نیچے پتھریلی زمین دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ گزرتے گئے پھر اُنہیں درختوں کا ایک جھُنڈ نظر آیا جس کے درمیان ایک چھوٹی سی جھیل تھی۔ جھیل کے پانی کا رنگ نیلا تھا۔ گارشا نے پانی کو دیکھا اور بولی۔

"پانی ٹھیک ہے۔ تُم لوگ اسے پی سکتے ہو۔"

عمران، شیبا اور سُلطانہ نے جی بھر کر پانی پیا۔ پانی اُنہیں اپنی زمین کے پانی سے مختلف محسوس نہ ہوا۔ سُلطانہ بولی۔

"یہاں درخت بھی ہیں پانی بھی ہے مگر آبادی کہیں دکھائی نہیں دیتی۔"

شیبا کہنے لگی۔ "شاید یہ سیّارہ ابھی انسانی قدموں سے ناآشنا ہے۔ ابھی یہاں انسان نے جنم نہیں لیا۔"

اِس پر عمران نے درختوں کے پیچھے نظر آنے والے ایک ستون کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "شاید وہاں ہمیں انسانی زندگی کا سُراغ مل جائے۔" سب کی نظریں ستون کی طرف اُٹھ گئیں۔ ستون درختوں کی وجہ سے پورا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سُلطانہ بولی۔

"وہاں چل کر پتا کرنا چاہیے کہ یہ کسی کا مکان تو نہیں ہے۔"

یہ ستون مخروطی یعنی تکونا تھا۔ اس کے پیچھے ایک شکستہ سا گُنبد تھا جس پر جنگلی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں تنگ سا راستہ بھوری جھاڑیوں میں سے گزر کر گُنبد کے اندر جاتا تھا۔ گُنبد چاروں طرف سے بند تھا۔ عمران، شیبا، سُلطانہ اور گارشا وہیں رُک گئے۔ عمران کا خیال تھا کہ اُنہیں اندر جا کر دیکھنا چاہیے کہ کوئی آدمی تو وہاں نہیں رہتا۔ گارشا نے جھُک کر تنگ راستے میں اندر کی جانب دیکھا۔ گُنبد کے اندر اندھیرا تھا۔ اسے کُچھ نظر نہ آیا۔ وہ کہنے لگی،

"لگتا ہے اندر کوئی نہیں ہے؟"

وہ ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ اچانک ایک طرف سے کالی گھٹا اُٹھی اور دیکھتے دیکھتے سارے آسمان پر چھا گئی۔ اندھیرا ہو گیا۔ بجلی چمکی، بادل زور سے گرجا اور ایک دم سے موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ سُلطانہ نے کہا، "بارش میں بھیگنے کی بجائے ہمیں اِس گُنبد کے اندر پناہ لینی چاہیے۔" اُن پر بارش پڑ رہی تھی۔ وہ گُنبد کے تنگ راستے میں سے گُزر کر گُنبد کے اندر آ گئے۔ یہاں پہلے تو اُنہیں اندھیرے میں کُچھ دکھائی نہ دیا پھر سرمئی اندھیرے میں اُنہیں فرش پر درختوں کی شاخیں پتّے اور گھاس کا بستر سا لگا نظر آیا۔ وہ جھُک کر غور سے دیکھنے لگے۔ گارشا نے کہا۔

"یہ بستر کسی انسان نے یہاں لگایا ہے۔"

عمران کہنے لگا۔ "مگر یہ کسی درندے کے بیٹھنے کی جگہ بھی ہو سکتی ہے۔"

شیبا بولی۔ "ہمیں یہاں نہیں ٹھیرنا چاہیے۔"

بستر پر سرہانے کی جانب گھاس کا تکیہ سا بنا تھا۔ سُلطانہ نے کہا۔ "کوئی درندہ اس طرح بستر پر تکیہ نہیں بناتا۔ مُجھے تو لگتا ہے کہ یہاں کوئی انسان نما مخلوق رہتی ہے۔"

باہر بارش کی آواز رُک گئی تھی۔ گارشا نے مشورہ دیا کہ اُنہیں وہاں سے نکل کر کسی دوسری جگہ رات بسر کرنے کا ٹھکانہ بنانا چاہیے۔ عمران، شیبا اور سُلطانہ نے اس تجویز کو پسند کیا اور وہ گُنبد سے باہر آ گئے۔ بارش جس طرح ایک دم شروع ہوئی تھی اسی طرح ایک دم سے رُک گئی تھی۔ بادل بھی چھٹ گئے تھے اور شام کی سنہری روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ وہ کسی نئے ٹھکانے کی تلاش میں چل پڑے۔ آگے ایک ٹیلے کی چڑھائی تھی۔ چڑھائی چڑھنے کے بعد وہ ٹیلے کی دوسری طرف اُترے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے ایک کھُلی جگہ پر دو جھونپڑیاں ہیں اور ایک

جھونپڑی کے باہر ایک آدمی کھڑا ہے۔ گارشا نے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور وہیں رُک گئی۔ وہ سب غروب ہوتے سورج کی روشنی میں اس آدمی کو تکنے لگے جو ان سے کُچھ فاصلے پر زمین پر ذرا سا جھُک کر کھڑا تھا جیسے زمین پر سے کوئی شے اٹھانے والا ہو۔ سُلطانہ نے خوف بھری سرگوشی میں کہا۔

"یہ آدمی اپنی جگہ سے حرکت کیوں نہیں کر رہا؟"

یہ سوال گارشا، عمران اور شیبا کے دماغ میں بھی پیدا ہوا تھا۔ جھونپڑی کے باہر جو آدمی جھُکا ہوا کھڑا تھا اس نے زرد رنگ کا خلائی سوٹ پہن رکھا تھا اور وہ اپنی جگہ بالکل ساکت تھا۔ گارشا بڑے غور سے اِس پر اسرار خلائی شخص کو تک رہی تھی۔ وہ آہستہ سے کہنے لگی۔

"تُم لوگ اسی جگہ ٹھیرو۔"

اور اس کے ساتھ ہی خلائی لڑکی گارشا تھوڑا سا جھُک کر اپنی جگہ ساکت کھڑے خلائی آدمی کی طرف بڑھنے لگی۔ قریب پہنچ کر اس نے دیکھا کہ زرد خلائی سوٹ میں ایک ایسا خلائی آدمی تھا جو پتھرّ کا بُت بن چکا تھا جس کے ماتھے پر صرف ایک آنکھ تھی اور ناک کی جگہ صرف ایک سوراخ بنا ہوا تھا۔ وہ جھُک کر اپنی خلائی پستول اٹھانے کی کوشش میں تھا جو اس کے قدموں کے پاس ہی زمین پر پڑی تھی۔ گارشا نے جھونپڑی کی طرف نگاہ ڈالی۔ پھر ساکت خلائی مخلوق کو اُسی جگہ چھوڑ کر گارشا جھونپڑی کی طرف آ گئی۔ جھونپڑی درختوں کو کاٹ کر بنائی گئی تھی۔ اس کا دروازہ آدھا کھُلا تھا۔

گارشا نے خلائی مخلوق کا خلائی پستول زمین پر سے اٹھا کر اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ گارشا نے خلائی پستول تان رکھا تھا۔ اس نے جھونپڑی کے اَدھ کھُلے دروازے کو پاؤں کی ٹھوکر سے کھول دیا اور چھلانگ لگا کر جھونپڑی

کے اندر آ گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ جھونپڑی کے اندر ایک چھوٹی سی میز پر ایک چھوٹا سا وائرلیس سیٹ رکھا ہے اور اس کے قریب ہی کُرسی پر دوسرا خلائی آدمی زرد سوٹ میں ملبوس رسیور ہاتھ میں لیے وائرلیس پر کسی سے بات کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ گارشا نے اندر آتے ہی اسے اپنی زبان میں للکارا۔

"خبردار اپنی جگہ سے ہلے تو شوٹ کر دوں گی۔"

مگر وہ خلائی آدمی اپنی جگہ اسی طرح بیٹھا رہا۔ اس نے گارشا کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ گارشا دبے دبے قدم چلتی اُس کے قریب آئی۔ اسے پیچھے سے ذرا سا ٹھوکا دیا تو وہ بے جان لاش کی طرح لڑھک کر زمین پر گر پڑا اور وہیں پڑا رہا۔ گارشا نے دیکھا کہ وہ بھی پتھرّ بن چکا تھا۔ اس کے ماتھے پر بھی ایک آنکھ تھی اور ناک کی جگہ ہونٹوں کے اُوپر صرف ایک سوراخ تھا۔

گارشا دوسری جھونپڑی میں گئی۔ اس جھونپڑی میں کوئی خلائی مخلوق نہیں تھی صرف لکڑی کی چھوٹی سی گول میز پر کسی چمکیلی دھات کی بنی ہوئی ڈبّی پڑی تھی۔ گارشا نے ڈبّی کو ہاتھ میں لے کر کھولا۔ اس کے اندر چاندی کی چھوٹی چوکور پلیٹ تھی جس پر خلائی راستوں کا نقشہ بنا ہوا تھا۔ گارشا کا دِل خُوشی سے اُچھل پڑا۔ اس کا صرف مطلب یہ تھا کہ یہاں کہیں قریب ہی ان لوگوں کا کوئی خلائی جہاز ضرور ہوگا۔ یہ دونوں خلاباز کسی دوسرے سیّارے سے اپنے خلائی جہاز میں اس سیّارے پر اُترے اور پھر کسی حادثے کا شکار ہوکر دونوں پتھرّ بن گئے۔

گارشا نے دوسرے خلائی آدمی کی خلائی پستول بھی اٹھالی اور عمران، شیبا اور سُلطانہ کو آواز دے کر بُلایا۔ پھر اُنھیں دونوں خلائی مخلوق کی لاشیں دکھا کر ساری بات سمجھائی اور کہا۔ "اس خلائی پلیٹ پر خلا کے اُس حصّے کا نقشہ

بنا ہوا ہے اور خلائی شٹل کی فریکونسی بھی درج ہے۔ یہاں کہیں اُن کا خلائی جہاز ضرور ہوگا ہمیں اسے تلاش کرنا ہوگا۔"

سُلطانہ نے خوش ہو کر کہا۔

"اگر خلائی جہاز مل گیا تو ہم اپنی زمین پر پہنچ سکیں گے۔"

گارشا نے ایک خلائی پستول عمران کو دے دیا، ایک اپنے پاس رکھا اور جھونپڑیوں کے عقب میں آ گئے۔ یہاں درختوں کی بجائے چھوٹی چھوٹی نوکیلی چٹّانیں اُبھری ہوئی تھیں۔ گارشا آگے آگے چل رہی تھی۔ خلائی پستول اس کے سیدھے ہاتھ میں تھا۔ جُونہی وہ ایک چٹّان کی اوٹ سے نکل کر کھُلی جگہ پر آئے تو سامنے راکٹ کی شکل کا ایک چھوٹا خلائی جہاز خلا کی طرف رُخ کیے کھڑا تھا۔ ان سب کے چہرے خُوشی سے کھِل گئے۔

گارشا بولی۔

"ہمیں احتیاط سے کام لینا ہوگا، ہو سکتا ہے جہاز میں کوئی مخلوق موجود ہو۔"

خلائی راکٹ کا دروازہ زمین سے ایک منزل بُلند تھا اور المونیم کی ایک سیڑھی لگی ہوئی تھی۔ راکٹ کا دروازہ بند تھا۔ گارشا نے اشارے سے عمران، شیبا اور سُلطانہ کو ایک طرف چھُپ جانے کو کہا اور خود خلائی پستول لیے سیڑھی پر چڑھ کر خلائی راکٹ کے دروازے پر آ گئی۔ وہ خود خلائی سائنس دان تھی اور جانتی تھی کہ خلائی راکٹوں کے الیکٹرانک دروازے کس طرح کھُلتے ہیں۔ دروازے کے ساتھ ہی کُچھ بٹن لگے تھے۔ گارشا نے چھ سات مرتبہ مختلف بناتے ہوئے بٹن دبائے۔ ایک کومبینیشن پر دروازہ کلک کی سی آواز کے ساتھ کھُل گیا۔ گارشا پستول تانے راکٹ میں داخل ہو گئی۔ وہ سیدھی کاک پٹ کی طرف گئی۔ کاک پٹ خالی تھی۔ جہاز خالی تھا۔ وہاں کوئی خلائی مخلوق نہیں تھی۔ گارشا نے باقی ساتھیوں کو بھی بلا

لیا۔ سُلطانہ، عمران، اور شیبا حیرت بھری نگاہوں سے راکٹ کے اندر لگے ہوئے الیکٹرانک نظام کو دیکھنے لگے۔ گارشا نے کاک پٹ کا وائرلیس چیک کیا۔ وائرلیس مُردہ تھا۔ گارشا نے سٹپٹا کر کہا۔

"اسے مُردہ نہیں ہونا چاہیے۔ راکٹ کا ایٹمی الیکٹرانک نظام بالکل درست ہے۔ پھر وائرلیس کیوں کام نہیں کر رہا ہے؟" عمران نے پوچھا۔ گارشا وائرلیس کو چلانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی:

"جھونپڑی میں جو خلائی آدمی تھا وہ بھی اپنے وائرلیس پر جُھکا ہوا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ اس سیّارے پر آکر فضائی نظام میں کسی مداخلت کی وجہ سے ان کا وائرلیس نظام خراب ہو گیا ہے۔"

شیبا کہنے لگی۔ "کیا وائرلیس کے بغیر ہم یہ جہاز اُڑا کر نہیں لے جاسکتے۔"

گارشا نے کہا۔ "راکٹ تو ہم اُڑا لیں گے مگر خلا میں پہنچ کر اگر یہ نظام درست نہ ہوا تو ہم کسی دوسرے سیّارے سے رابطہ پیدا نہیں کر سکیں گے۔"

عمران بولا۔ "گارشا ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے خلا میں پہنچنے کے بعد وائرلیس کا نظام اپنے آپ ٹھیک ہو جائے۔"

"ایسا ہو سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا ہے۔" گارشا نے کُچھ اُمّید اور کُچھ نا اُمّیدی سے کہا۔ وہ کاک پٹ میں جمع تھے۔ گارشا کاک پٹ سیٹ پر بیٹھی تھی اور چینل کے آلات کا معائنہ کر رہی تھی۔ کہنے لگی۔ یہ خلائی راکٹ زیادہ ترقّی یافتہ نہیں ہے۔ یہ خلائی مخلوق کسی ایسے سیّارے سے آئی ہے جہاں سائنس ابھی ابتدائی مرحلے ہی میں ہے؟ سُلطانہ نے کہا۔ "گارشا بہن! تُم راکٹ کو اسٹارٹ کر کے تو دیکھو۔"

گارشا بولی۔ "میں اس وقت سے یہی کوشش کررہی ہوں مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مشینری میں بھی نقص پیدا ہو گیا ہے۔" اس بات کو سنتے ہی شیبا، سُلطانہ اور عمران کے چہرے اُتر گئے۔ شیبا نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ شاید ہمارا بھی وہی انجام ہونے والا ہے جو دو خلائی آدمیوں کا ہوا یعنی ہم بھی پتھرّ بنا دیے جائیں گے۔"

سُلطانہ نے گارشا سے سوال کیا۔ "تمہارے خیال میں یہ خلائی آدمی کیسے مر گئے؟ میرا مطلب ہے اُنھیں اپنی جگہ کس نے پتھرّ بنا دیا۔"

گارشا پینل کے ایک سرکٹ کے تار کو غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "ہو سکتا ہے ایٹمی تابکاری کی کوئی ایسی لہر فضا میں سے گزری ہو جس نے اِن دونوں خلابازوں کو پتھرّ بنا کر ہلاک کرڈالا ہو۔"

عمران نے کہا۔ "اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اِن دونوں خلا بازوں کے دِل کی حرکت بند ہو گئی ہو۔ میرا مطلب ہے انہیں ہارٹ اٹیک ہو گیا ہو۔"

گارشا نے ذرا مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہارٹ اٹیک صرف تمہارے زمینی سیّارے پر ہی ہوتا ہے۔ خلا کے دوسرے سیّاروں میں ابھی یہ وبا نہیں پھیلی۔"

شیبا نے کسی قدر پریشانی کے ساتھ کہا۔

"گارشا بہن! کیا راکٹ دوبارہ اسٹارٹ ہو جائے گا۔"

"میں اسی کوشش میں لگی ہوں۔" گارشا نے آہستہ سے جواب دیا۔ اس دوران راکٹ کے باہر سیّارے کی فضا پر رات کے سائے بڑھے آئے تھے۔ آسمان پر ایک بار پھر گھرے بادل چھا گئے تھے اور ہلکی ہلکی بجلی بھی

چمکنے لگی تھی۔ بجلی کی یہ چمک راکٹ کے موٹے شیشوں میں سے صاف نظر آجاتی تھی۔ گارشا نے تار کو جوڑنے کے بعد ایک بار پھر انجن اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہوسکی۔ انجمن بالکل مُردہ پڑا تھا۔ اِس میں سے کوئی آواز نہ نکلی۔ سب کے چہرے لٹک گئے۔ گارشا کاک پٹ سے اُٹھتے ہوئے بولی۔

"راکٹ کا باقی سارا نظام بالکل درست حالت میں ہے۔ اس کا پریشر سسٹم، سیّارے کی کششِ ثقل کو توڑنے والا نظام اور ائیر کنڈیشنر تک صحیح حالت میں ہیں۔ صرف انجن کے اسٹارٹ باکس کو پاور سپلائی نہیں ہو رہی ہے لیکن یہ کوئی ایسی پریشانی کی بات نہیں میں اسے درست کرنے میں کامیاب ہوجاؤں گی۔ تُم لوگ آرام کرو میں کام کرتی رہوں گی۔"

شیبا اور عمران نے راکٹ کے شیشے میں سے باہر نگاہ ڈالی۔ باہر بجلی

چمک رہی تھی۔ اب بادل بھی گرجنے لگے تھے پھر موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ شیبا نے کہا۔

"عمران! کچھ معلوم نہیں کہ ہمارے ڈیڈی اور میں ہمارے بارے میں کتنے پریشان ہوں گے۔ وہ تو ہماری زندگی کی آس بھی توڑ بیٹھے ہوں گے۔"

عمران بولا۔ "اِس سے کیا فرق پڑتا ہے ہم ابھی اللہ کے فضل و کرم سے زندہ ہیں اور انشاء اللہ بہت جلد واپس اپنی زمین پر پہنچ جائیں گے۔"

شیبا نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"اوٹان سیّارے کی مخلوق اپنے تخریبی منصوبے پر برابر عمل کر رہی ہوگی۔ ہم اپنی زمین پر ہوتے تو اُن کے ناپاک منصوبے کا کوئی توڑ تلاش کر سکتے تھے۔"

عمران نے کہا۔ "پروفیسر زیدی وہاں موجود ہیں اور اُنہیں خلائی مخلوق کے قبرستان والے خُفیہ ٹھکانے کا بھی علم ہے وہ ضرور مزاحمت کر رہے ہوں گے۔"

عمران نے سُلطانہ کی طرف دیکھا۔ وہ کاک پٹ کے پہلو میں ایک برتھ پر لیٹی سونے کی کوشش کر رہی تھی، عمران نے شیبا سے کہا۔

"شیبا بہن تُم بھی تھوڑی دیر آرام کر لو۔ میں جاگ رہا ہوں۔"

شیبا کھڑکی سے ہٹ کر دوسری برتھ پر جا کر لیٹ گئی۔ عمران وہیں بیٹھ کر گہری سوچ میں ڈوب گیا کہ وہ اپنی زمین سے نہ جانے کتنے نوری سال کے فاصلے پر اس گمنام اجنبی سیّارے میں قید ہو کر رہ گئے ہیں۔ گارشا برابر راکٹ کے انجن کو درست کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے عمران کی طرف دیکھا اور کہا۔

”عمران! تُم بھی آرام کرو میرا خیال ہے اس سیّارے پر رات بارہ گھنٹے کی ہوتی ہے۔ میں نے حساب لگا لیا ہے اور ابھی رات شروع ہی ہوئی ہے۔“

عمران نے کوئی جواب نہ دیا اور وہیں لیٹ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں کھو چکا تھا۔ راکٹ کے باہر بجلی رہ رہ کر چمک رہی تھی۔ بادل گرج رہے تھے اور بارش کی دھیمی دھیمی آواز بھی سُنائی دے رہی تھی۔ گارشا اِن سب باتوں سے بے نیاز پوری توجّہ سے راکٹ کے انجن کو ٹھیک کرنے میں لگی تھی۔ رات کا پہلا حصّہ گزر گیا۔ شیبا، سُلطانہ اور عمران گہری نیند سو رہے تھے۔ عمران کے تو ہلکے ہلکے خرّاٹوں کی آواز بھی آ رہی تھی۔ گارشا نے پاور سرکٹ کا بٹن دبایا۔ انجن نے اب بھی کام کرنے سے انکار کر دیا۔ انجن نے تو جیسے قسم کھا رکھی تھی

کہ وہ اسٹارٹ نہیں ہو گا۔ گارشا اگرچہ ایک خلائی لڑکی تھی مگر نیند کی اُسے بھی ضرورت تھی۔ وہ سخت تھک گئی تھی۔ اس نے سوچا کہ مجُھے بھی تھوڑی دیر آرام کرلینا چاہیے اس کے بعد تازہ دم ہو کر دوبارہ کام شروع کر دوں گی۔ ویسے اُسے یقین تھا کہ وہ راکٹ انجن کو اسٹارٹ کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ کاک پٹ کی سیٹ کافی آرام دہ تھی اور وہ پیچھے کی طرف جھُک جاتی تھی۔ گارشا نے سیٹ کو تھوڑا سا پیچھے کی طرف جھُکایا اور اپنا سر پیچھے لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ بجلی چمکتی تو راکٹ کے شیشوں میں سے اُس کی چمک سے کاک پٹ کی فضا روشن ہو جاتی۔ بادلوں کی گرج اور موسلادھار بارش کی دھیمی آواز بھی اسے سُنائی دے رہی تھی۔

گارشا کا خلائی ذہن اِس فارمولے کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کے مطابق اس راکٹ کی مشینری کو بنایا گیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ آخر اِس

کے نظام میں کیا خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ اسے وائرلیس کا خیال آیا۔ کیوں نہ وائرلیس کو ایک بار پھر چلانے کی کوشش کی جائے۔ یہ سوچ کر گارشا سیٹ پر سیدھی ہو گئی۔ اس نے وائرلیس کا ریسیور اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کا بٹن دبا دیا۔ کوئی آواز کوئی شور وغیرہ سُنائی نہ دیا گارشا حیران ہو رہی تھی کہ آخر وائرلیس میں ایسا کون سا نُقص پڑ گیا ہے۔ یہ وائرلیس بھی کم ترقّی یافتہ خلائی مخلوق کا تھا اگر اس کے باوجود اِسے اس طرح بالکل ہی مُردہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ وائرلیس پر چاہے دوسری طرف رابطہ قائم نہ بھی ہو تب بھی اس میں خلامیں گردش کرنے والی الٹرا سانک اور الٹرا وائلٹ لہروں کا شور ضرور سُنائی دیتا ہے لیکن یہ وائرلیس تو جیسے کسی نے پتھرّ کر دیا ہے۔ بالکل اُن دونوں خلا بازوں کی طرح جِن کی پتھرّیلی لاشیں جھونپڑی اور جھونپڑی کے باہر پڑی تھیں۔

گارشا نے ریسیور رکھ دیا اور انجن کے سرکٹ میں لگی رہی اور چاندی کے تاروں کو غور سے دیکھنے لگی۔ اس وقت اسے ایک عجیب سی پر اسرار آواز سُنائی دی۔ گارشا کو پہلا خیال یہ آیا کہ ہو سکتا ہے یہ آواز انجن میں سے نکلی ہو مگر انجن بند تھا اور بند انجن سے کسی قسم کی آواز نہیں نکل سکتی۔ یہ ایک سسکار کی آواز تھی جو بادلوں کی گرج کے باوجود گارشا کو صاف سُنائی دی تھی۔ اس نے نظریں اُٹھا کر دائیں بائیں دیکھا راکٹ کا وہ چھوٹا سا کمرا خاموش تھا۔ شیبا سُلطانہ اور عمران گہری نیند سو رہے تھے پھر یہ آواز کہاں سے آئی تھی؟ گارشا نے سوچا کہ ہو سکتا ہے اُس کے کان تھکاوٹ کی وجہ سے بجنے لگے ہوں۔ اُس نے کام چھوڑ دیا اور سیٹ پر نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔

گارشا واقعی تھک گئی تھی۔ اُس کا سر جیسے گھوم رہا تھا۔ اس نے فوراً جیب

سے ایک نیلی گولی نکال کر مُنہ میں ڈالی اور اُسے نِگل گئی۔ اِس گولی نے جادُو کا اثر کیا اب اس کا سر بالکل نہیں گھوم رہا تھا۔ اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔ اچانک اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ وہی سسکار کی آواز اُسے ایک بار پھر سُنائی دی تھی۔ اِس بار سسکار کی آواز مسلسل آ رہی تھی۔ یہ آواز خلائی جہاز کے باہر سے آ رہی تھی۔ اِسی لیے وہ بُلند اور پُر شور نہیں تھی۔ گارشا نے گردن گھُما کر دائیں جانب دیکھا کیوں کہ یہ آواز دائیں جانب ہی سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد آ رہی تھی۔ راکٹ کے اندر روشنی تھی مگر باہر اندھیرا تھا۔ جُونہی بجلی ایک بار چمکی تو گارشا کو باہر کی جانب خلائی جہاز کی کھڑکی کے شیشے سے ایک خوفناک سی شے چمٹی نظر آئی۔ اُس نے فوراً کمر کی بیلٹ سے لگا ہوا خلائی پستول نکال لیا اور آہستہ سے کاک پٹ کی سیٹ

چھوڑدی۔

سُلطانہ، شیبا اور عمران گہری نیند سو رہے تھے۔ خلائی جہاز کی کھڑکی کا گول شیشہ اِس قسم تھا کہ باہر اندھیرا ہونے کی وجہ سے زیادہ دِکھائی نہیں دیتا تھا۔ بجلی ایک بار پھر چمکی مگر اب شیشے کے ساتھ کوئی شے چمٹی ہوئی نہیں تھی۔ گارشا نے سوچا کہیں یہ اس کی نظر کا دھوکا تو نہیں تھا مگر عنقریب سِسکار کی غضب ناک آواز اُس نے خود اپنے کانوں سے سُنی تھی۔ وہ کھڑکی کے پاس آ گئی۔ بجلی چمکی تو گارشا نے شیشے کے باہر نظر دوڑائی۔ بجلی پل بھر کے لیے چمک کر بُجھ گئی اور گارشا کو سوائے موسلا دھار بارش کی لڑیوں کے اور کُچھ نظر نہ آیا مگر اُس نے اپنی آنکھوں سے ایک عفریت کو دیکھا تھا جس کی دو آنکھیں فٹ بال کے گیندوں کی طرح باہر کو نکل ہوئی تھیں اور تیندوے کی طرح کے دو بازو کھڑکی کے شیشے سے لپٹے

ہوئے تھے۔ وہ شیشے کے ساتھ آنکھیں لگائے باہر دیکھ رہی تھی۔ بجلی رہ رہ کر چمک رہی تھی۔ ایک بار بجلی چمکی تو ہاتھی کی سونڈ سے چار گنا بڑا ایک بازو تیزی سے شیشے کے ساتھ آ کر ٹکرایا۔ یہ ضرب اتنی شدید تھی کہ سارا خلائی جہاز ہل گیا۔ عمران شیبا اور سُلطانہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھے "زلزلہ زلزلہ" شیبا گھبراہٹ میں پکار اُٹھی۔ عمران اور سُلطانہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے گارشا کی طرف دیکھنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی خلائی عفریت کا سونڈ نما بازو ایک بار پھر زور سے شیشے سے ٹکرایا اور خلائی جہاز میں زلزلہ آ گیا۔ شیبا کے مُنہ سے چیخ نکل گئی۔ عمران چلّایا۔ "گارشا جہاز چھوڑ دو۔"

عفریت کی ڈکار نما آواز گونج اٹھی۔

******

پھر کیا ہوا؟

"یہ خلائی مخلوق کراچی میں" پڑھیے۔